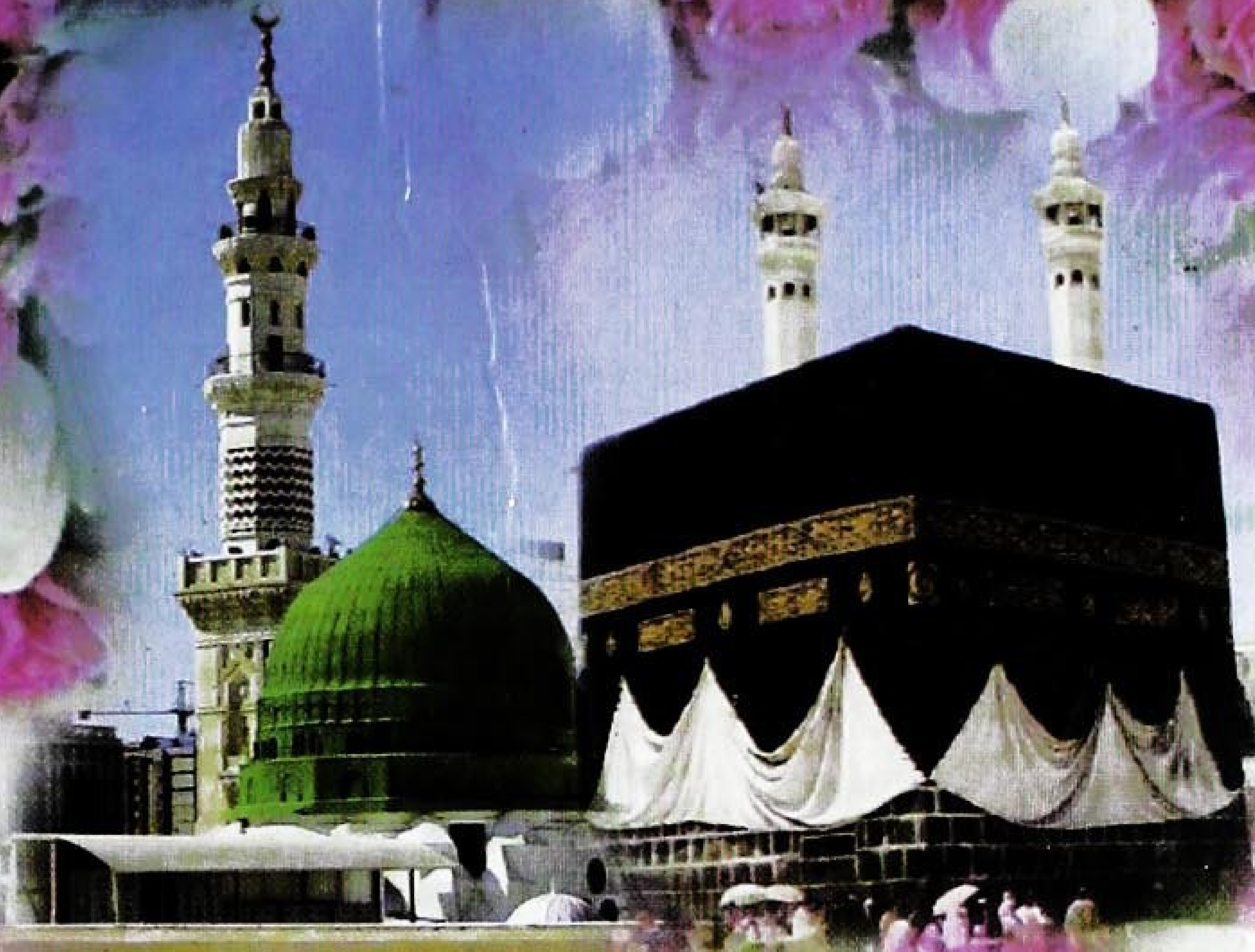

خوشبوئے سہروردیہ

الحاج صاحبزادہ حافظ محمد اظہر منیر سہروردی سندیلہ
خادم دربار عالیہ حضرت بہاؤالدین آخر
(احمد پور شرقیہ)

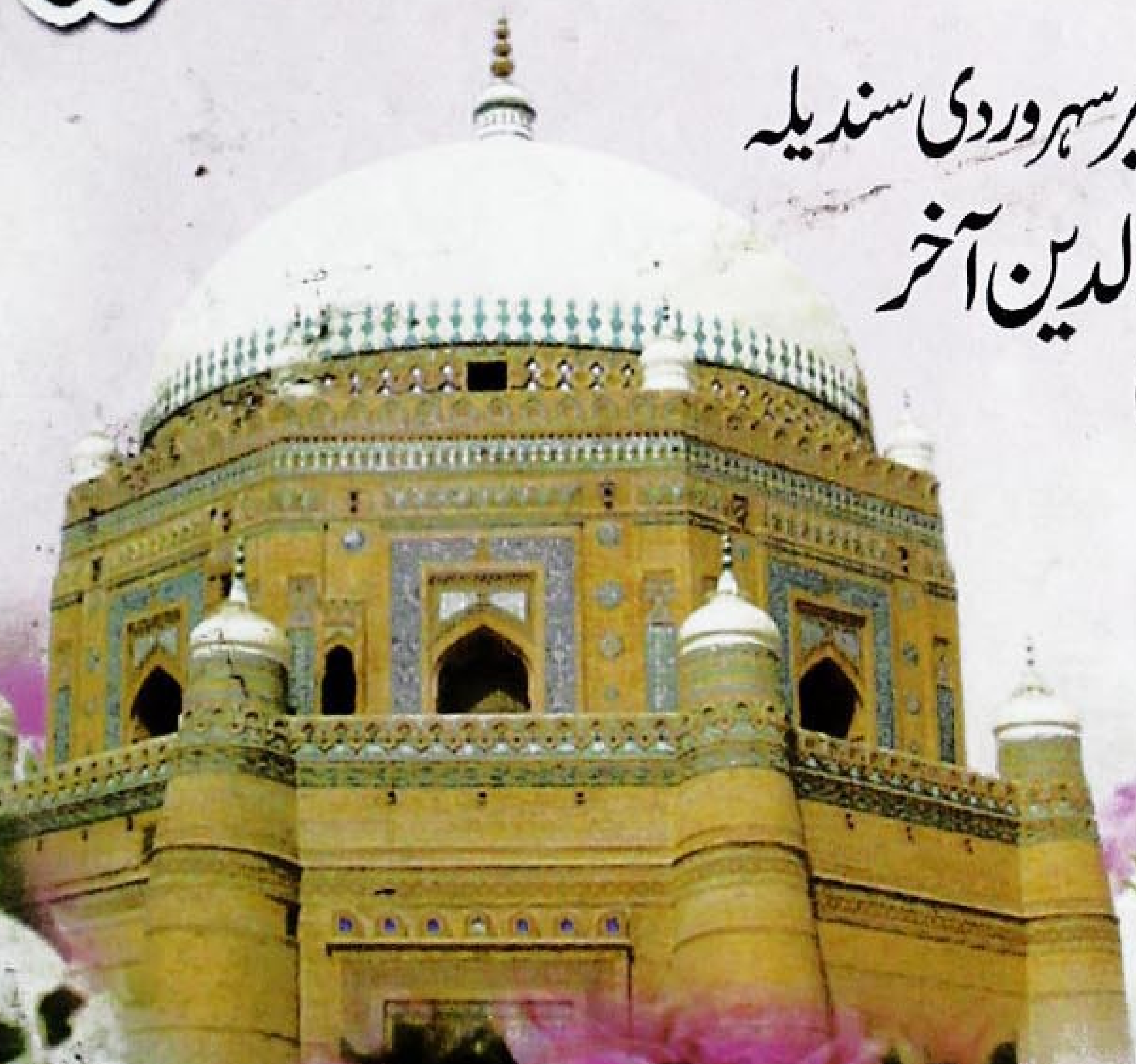

Marfat.com

Marfat.com

خوشبوئے سہروردیہ

4 شعبان المعظم 1438 ہجری

حضرت شیخ الاسلام کا علمی وروحانی مقام

خادم الفقراء
الحاج صاحبزادہ حافظ محمد اظہر منیر سہروردی
خادم دربار عالیہ حضرت بہاؤالدین آخر (احمد پور شرقیہ)

Marfat.com

297.692
خش 525 ا
145591

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: : خوشبوئے سہروردیہ

مصنف : الحاج صاحبزادہ حافظ محمدؐ اظہر منیر سہروردی سندیلہ

پروف ریڈنگ : حاجی احسان الامین سہروردی، حاجن ثمینہ احسان سہروردی

معاون خاص : حاجی احسان الامین سہروردی، حاجن ثمینہ احسان سہروردی

اشاعت اوّل : 13 نومبر 2016ء 1438 ہجری

ناشر : احسان پبلشرز، منیر مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

زیر اہتمام : درس قرآن کمیٹی لاہور (پاکستان)
B بلاک شاہ فرید چوک سبزہ زار سکیم لاہور

فون: : 0300-4153498 - 0331-4577326

Marfat.com

انتساب

یہ کتاب میں اپنے والدین اور اپنے مرشد کریم کے نام کرتا ہوں۔ جن کی روحانی تربیت اور دعاؤں کی وجہ سے میں آج اس قابل ہوں۔ اللہ کریم میرے والدین اور میرے مرشد کریم کو صحت، سلامتی اور عمرِ خضری عطا فرمائے، تاکہ ہم ان کے سایۂ رحمت سے فیض یاب ہوتے رہیں۔

خادم الفقراء

صاحبزادہ حافظ محمد اظہر منیر سہروردی سندیلہ

Marfat.com

ابتدائیہ

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

میرے لئے باعث افتخار ہے کہ قاری اظہر منیر سہروردی صاحب نے مجھے اپنی کتاب کا ابتدائیہ لکھنے کو کہا۔ کوشش کروں گا کہ ایسی باتیں لکھوں جو قاری صاحب کے اور میرے بارہ سالہ تعلق کا احاطہ کرے۔

میں بحیثیت خادم درس قرآن کمیٹی جو بھی لکھ رہا ہوں وہ سب میری اور میری ٹیم کی طرف سے ہے، جس کی وجہ سے آج ہمارا ادارہ نہ صرف علاقہ بھر میں بلکہ پاکستان کے تمام شہروں اور بیرون ملک میں بے حد مقبول ہے۔

لکھنے کو تو بہت کچھ ہے قاری اظہر صاحب کی شان میں، مگر بہت سوچنے کے بعد بڑی مشکل سے تین باتوں کا ذکر کروں گا جو کہ قاری صاحب کی زندگی کو سمجھنے میں آپ سب کو بہت مدد دے گی۔

1۔ ہفتہ وار درس قرآن:

دس سال پہلے میں اُن لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے درس قرآن کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ کچھ دوستوں کی رائے تھی کہ ماہانہ درس قرآن منعقد کیا جائے، کچھ مہینہ میں دو مرتبہ انعقاد کے حق میں تھے مگر ہم اسے ہفتہ وار منعقد کروانا چاہتے تھے۔ دوستوں نے رائے دی کہ یہ بہت مشکل اور ناممکن" ہے، لوگ نہیں آئیں گے مگر قاری صاحب کو اللہ اور

Marfat.com

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یقین کامل تھا لہٰذا یہی فیصلہ ہوا کہ درس قرآن ہر اتوار کو ہوا کرے گا۔

مجھے یاد ہے پہلا درس قرآن آٹھ سے دس لوگ آئے مگر ہم نے حوصلہ نہیں ہارا اور اذان دیتے رہے۔ قافلہ بڑھتا رہا، آج مجھے یہ لکھتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ اب قاری صاحب کا گھر چھوٹا پڑ گیا ہے، لوگ اب گلی میں کھڑے ہو کر درس قرآن سنتے ہیں اور بہت دور دور سے آتے ہیں ۔ گرمی، سردی، بارش، رمضان کوئی چیز انہیں نہیں روکتی۔ قاری صاحب کے گھر کے ہر کمرے میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ درس قرآن کے دن میں جس جگہ بیٹھتا ہوں وہاں سے ہر آنے والے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ اللہ سے دُعا ہے کہ درس قرآن میں آنے والے سب بھائی بہنوں کی دلی مرادیں پوری ہوں۔ آمین ۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ آباد رہے۔

2۔ سالانہ محفل میلاد:

روحانیت سے بھرپور سالانہ محفل قاری صاحب کا جنون اور شوق ہے۔ ہم لوگ سارا سال اس کی تیاری کرتے ہیں اور اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب ہم اس پر بات نہ کرتے ہوں۔ مجھے یاد ہے وہ پہلی سالانہ محفل جو قاری صاحب کے گھر کی چھت پر منعقد ہوئی تھی اور اُس میں سو افراد شریک ہوئے اور پھر اللہ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرم کر دیا اور گزشتہ سال یہ محفل بے پناہ رش کی وجہ سے گراؤنڈ میں منعقد کی گئی۔ جو لوگ اس میں شامل ہوئے وہ جانتے ہیں کہ زائرین کی تعداد ہزاروں میں تھی اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب ہماری سالانہ محفل سبزہ زار کے اسٹیڈیم میں منعقد ہو گی (انشاء اللہ)۔ سالانہ محفل کا دن میری اور میری ٹیم کے لیے عید کا دن ہوتا ہے۔ ہر کوئی اپنی پوری توانائی اس محفل کو بہتر سے بہتر کرنے میں صرف کرتا ہے۔ چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، سب اپنا اپنا رول احسن طریقے سے

Marfat.com

سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے درس قرآن کمیٹی کے تمام ممبران کو خوشیاں اور صحت عطا فرمائے، آمین۔

محفل میں شرکت کرنے والے بتاتے ہیں کہ جو روحانیت وہ محسوس کرتے ہیں وہ ناقابل بیان ہے کیونکہ ہم کوئی ایسی بات یا فعل دورانِ محفل نہیں کرتے جو شریعت کے برخلاف ہو۔

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت ولی ابن ولی جانشین غوث العالمین حجۃ الکاملین المخدوم پیر سید محمد غوث شاہ صاحب مدظلہٗ تعالیٰ جانشین حضرت بہاؤالدین زکریاؒ تھے جو کہ قاری صاحب اور ہم سب کے رہبر اور رہنما ہیں، نے 2003ء سے 2013ء تک مسلسل 10 سال سالانہ محفل میں شرکت کے لیے احمد پور شرقیہ سے لاہور آتے رہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور اُن کا سایہ ہم سب پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

3۔ درسِ قرآن کمیٹی:

یہ کمیٹی قاری صاحب نے آج سے سات سال پہلے بنائی اور مجھ ناچیز کو اس کی کمان سونپی۔ میرے ذمہ درس قرآن کا انتظام، لنگر کی تقسیم، سالانہ محفل کے انتظامات اور سب سے بڑھ کر زیارات مقدسہ کی دیکھ بھال تھی میں خوش قسمت ہوں کہ تمام زیارات جن میں گیسوئے مبارک، سرکار دو عالم ﷺ کے موئے مبارک، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موئے مبارک، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی کالی کملی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چادر مبارک، غلافِ کعبہ، روغن گنبد خضراء، خاک شفا کے علاوہ بے شمار نایاب اور متبرک پتھر جن پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون اور انگوٹھے کے نشانات واضح ہیں۔

میں یہ ذمہ داریاں اپنی ٹیم کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا مجھے خوشی ہے کہ درس قرآن کمیٹی کی پوری ٹیم نے مجھے بہت عزت دی۔ یہ عزت میرا کل سرمایۂ حیات ہے۔ میں ہر جگہ ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں۔

Marfat.com

اور آخر میں سب سے اہم بات جو کہ میرے اور میری ٹیم کے لیے باعثِ سکون اور باعثِ نجات ہے۔ قاری صاحب نے مجھے ایک دن محفل کے بعد بتایا کہ نوید صاحب کل رات میں نے خواب دیکھا کہ آپ اور میں روضہ رسولؐ کے اندر حاضر ہوئے ہیں اور ہم نے سرکار کے روضہ کے اندر کچھ وقت اکٹھے گزارا۔ یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ آقاؐ نے میری اور درسِ قرآن کی ٹیم کی خدمات کو پسند فرما کر ہمیں یہ سعادت بخشی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

نوید بٹ
درس قرآن کمیٹی

Marfat.com

عرض لطیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ عَلٰی اُوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ شَانِ حَبِیْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُخْبِرًا وَّ اٰمِرًا ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍo (سورۃ القلم)

''اور بے شک اے محبوب! آپ کی خُو بُو بڑی شان کی ہے''

(آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن کریم ہے۔ یہ قرآن کریم خاموش ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیتے جاگتے، بولتے ہوئے قرآن ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموعۂ صفات نبی ورسول ہیں۔ آپ کی کروڑوں صفات پاک میں سے ایک صفت پاک خوشبو مصطفیٰ ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سے گزر کر جاتے تو ہم اپنے آقا کریم کی خوشبو سونگھ کر سمجھ جاتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے گزر کر گئے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے رخساروں پر پھیرا تو مجھے ایسی خوشبو پہنچی

Marfat.com

کہ اس قسم کی خوشبو عطر فروشوں کی دوکانوں پر بھی نہ سونگھی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستہ سے گزر جاتے تو کئی روز تک اس راستہ سے بھینی بھینی خوشبو کی مہک آتی رہتی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے یثرب (مدینہ منورہ) بیماریوں کا گھر تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ طیبہ آپ کی خوشبو سے خوشبودار ہو گیا اور اس وجہ اس شہر کا نام طیبہ ہوا۔

طَابَتْ بِطِیْبِکَ طَیْبَۃٌ وَ تَرَاھَا

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ طَیْبَۃٌ سَمَّاھَا

آپ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی مٹی خوشبودار ہو گئی۔ اس وجہ سے اس کا نام طیبہ ہوا۔

مَلَأَ الْوُجُوْدِ عَبِیْرُ عَنْبَرِ عَطْرَاھَا

وَ عَلَا عَلَی الْاٰفَاقِ طِیْبُ شَذَاھَا

آپ ﷺ کی خوشبو پاک سے سارا مدینہ منورہ بھر گیا اور زمین عنبر اور ہوا عبیر بن گئی اور آفاق پر اُس کی خوشبو غالب آ گئی اور سب کو طیب بنا دیا اور غبار رشکِ مُشک ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر درود شریف پڑھنے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے جو آسمان تک جاتی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مجلس جس میں مجھ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف بھیجا گیا تو اس مجلس سے ایک خوشبودار ہوا اُٹھے گی جو آسمان تک پہنچے گی اور ملائکہ کہیں گے کہ دنیا میں کوئی ایسی مجلس ہوئی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا گیا ہے۔ یہ اُس کی خوشبو ہے۔

(بحوالہ دلائل الخیرات شریف)

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر ایمان لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی خوشبو آتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر اپنے جاں نثار صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ قبرستان کی طرف سے بھینی بھینی خوشبودار ہوا چلی اور دماغوں کو معطر کرنے لگی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خوشبو کیسی ہے؟ فرمایا، ادھر میرے کعب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور یہ جنت کی خوشبو ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت اُمتی کے ایمان کی معراج ہے۔ درود وسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمتی کے درمیان ایک گہرا رابطہ ہے۔ درود وسلام کی کثرت سے اُمتی کے منہ اور جسم میں ایک خاص طرح کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس اُمتی کی خوشبو محسوس فرما لیتے ہیں اور اُمتی کے والدین کو بھی جانتے ہیں، اُمتی کا نام بھی جانتے ہیں۔ اس بات کی کامل دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک خوشبودار ٹھنڈی ہوا محسوس ہوئی تو فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ نَفَسِ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنْ ط

تحقیق میں رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔

یہ کس محبوب کی خوشبو ہے؟ یہ محبوب اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ غیبی خوشبو حبِ مصطفیٰ کی خوشبو تھی جو یادِ مصطفیٰ یعنی درود وسلام سے ملتی ہے۔

اولیاء اللہ کی ولایت کا منبع ذکر الٰہی اور درود وسلام کی کثرت ہے۔ یہی ولی کی نشانی ہے کہ اُن کی زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام میں ہمیشہ تر رہتی ہیں اور انہیں قربِ الٰہی و قربِ مصطفیٰ نصیب ہو جاتا ہے۔ انہی اولیاء کرام کے بارے میں حدیث قدسی ہے یعنی کلام اللہ بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

اَوْلِیَآءِ یْ تَحْتَ قُبَآءِ یْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ ؕ

میرے اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں، میرا سوا اُن کو کوئی نہیں جانتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اعلانِ نبوت اُسوہ حسنہ اور تائید من اللہ اور معجزات سے پہچانے جاتے ہیں، مگر اولیائے کرام کی پہچان مشکل ہے۔ جس طرح اللہ سبحانہٗ کی ذات اپنی قدرتوں کے پردہ میں چھپی ہوئی ہے اور کلام اللہ نے کلام نفس کو قرآنی الفاظ میں چھپا رکھا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ جو مقربانِ بارگاہ الٰہی ہیں، جامہ بشریت میں چھپے رہتے ہیں ان کے سینہ میں انوارِ الٰہی اور اسرارِ الٰہی مستور ہوتے ہیں جس سے یہ پہچانے نہیں جاتے اور یہی اللہ کے دامن میں چھپنے کا مفہوم ہے۔

ہدایت و رشد کے پانچ سلاسل ہیں۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور اویسیہ۔ یہ پانچوں سلاسل پنجتن پاک سے محبت کی وجہ سے مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ ان سلاسل کی بنیاد محبت رسول و محبت اہل بیت رسول ہے۔ حاضر مطالعہ کتاب خوشبو سہروردیہ کی اصل محبت رسول ہے اور محبت رسول ہو تو خوشبو خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کے مصنف ہمارے دوست محترم و مکرم پیر حافظ قاری محمد اظہر منیر سہروردی صاحب دامت برکاتہم علیہ جو فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے مرتبہ پر فائز ہیں اور ان کی باتوں سے تقریروں سے خوشبو مصطفٰے آتی ہے، دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ آپ سلسلہ سہروردیہ میں حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔

ملتان شریف جو مدینہ منورہ شریف کی ایک کھڑکی ہے، ایک دروازہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ کا ایک باغ ہے اور نائب رسول حضرت بہاء الحق زکریا سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کا شہر ہے۔ اس سارے باغ کی رونق ذکر الٰہی

Marfat.com

اور خوشبو و درورد شریف سے ہے۔ یہ خوشبو درود شریف حضرت بہاء الحق زکریا سہروردی نے رُمائی۔ یہ عزتیں اور رونقیں درود شریف کا فیضان ہیں اور اسی صلوٰۃ وسلام کے انوار ہیں کہ آٹھ سو سال گزر چکے ہیں مگر خوشبو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض جاری وساری ہے۔

سیّد فیاض احمد المعروف سید فیاض حسین شاہ
سجادہ نشین دربار عالیہ
سید نور شاہ ولی رستم پور شریف
نارنگ روڈ ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

فیضانِ سہروردیہ

شکر ہے اُس پاک ذات کا جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور پھر ہمارا انتخاب اپنے ماننے والوں یعنی مسلمانوں میں کیا۔ بہت ہی کریم ذات ہے اُس خالق و مالک کی جس نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ ہم بھی فرشتوں اور کائنات کی ہر چیز کے ساتھ اپنے رب کی حمد و ثنا کریں۔ پھر ہماری سب سے بڑی خوش نصیبی کے ہم کو اپنے پیارے راج دُلارے ہم سب کی آنکھوں کے تارے ہمارے آقا و مولا حضور پُر نور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری اُمت میں پیدا فرمایا۔ قربان جاؤں اپنے آقا کی شان پر کہ جنہوں نے ہم جیسے کمزور عمل اور گناہگار لوگوں کو بھی اپنی امت کا حصہ بننے کا شرف بخشا۔

یہ میرے پیارے آقا و مولا حبیبِ کبریا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ محبت کا کمال ہے کہ انہوں نے اپنی اُمت کے بہت سے لوگوں کو بامِ عروج عطا فرمایا اور یہ محبت کی نگاہ ان بزرگوں، ان نیک ہستیوں پہ تب ہی پڑی جب انہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر قربان کر دیا اور اپنی تمام عمر کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے پرچار میں وقف کر دیا۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا ہی اثر ہے کہ دین اسلام میں اللہ کے ہاں نیک بندوں کا ایک الگ اور نمایاں مقام ہے۔ جب ان نیک لوگوں نے خود کو اللہ کی محبت اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈھالا تو کوئی خواجہ معین الدین چشتی بنے تو کوئی داتا علی ہجویری بنے۔ کوئی سلطان باہو بنے تو کوئی بابا فرید الدین گنج شکر

Marfat.com

بنے تو کسی کو میرے آقا نے شیخ شہاب الدین سہروردی بنایا اور پھر سہروردیوں کے شہنشاہ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کو ولیوں کے جھرمٹ میں ایک بے مثال ستارہ بنایا۔

قارئین! اللہ تعالیٰ کی ذات کا بہت احسان ہے کہ جس نے ہمیں ان بزرگوں کی محبت عطا کی اور ان کا پیروکار بنایا۔ یہ چشتی، نظامی، نقشبندی، ہجویری، قادری اور سہروردی سلاسل تمام کو تمام فیروں کی مانند ہیں جو مختلف راستوں اور علاقوں سے ہوتی ہوئی رسول اللہصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود وسخا اور عنایات کے سمندر میں جاملتی ہیں۔ بے حد احسان ہے میرے اللہ کا جس نے ہم جیسے گناہگاروں کو سلسلہ سہروردیہ کے ساتھ منسلک کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان نیک ہستیوں کے صدقہ میں ہم پر بہت سے لطف وعنایات کے دروازے کھولے ہیں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ہم سلسلہ سہروردیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی آل پاک کے ساتھ منسلک ہیں۔ میرے پیرومرشد غوث محمد شاہ صاحب سلسلہ سہروردیہ کے ایک چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ آپ کا تعلق احمد پور شرقیہ سے ہے جو کہ جنوبی پنجاب میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے مرشد خانے کو تا قیامت سلامت رکھے۔ آیئے قارئین میں آپ کو فیضانِ سہروردیہ کی ایک جھلک دکھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان اپنے نیک بندوں کی بدولت ہم پر کیا کیا کرم کیے ہیں۔

یہ 1999ء کی بات ہے کہ میرے بڑے بھائی حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ محمد اظہر منیر سہروردی صاحب بہت زیادہ علیل ہو گئے تھے تب آپ مرشد کریم کی بیعت نہیں تھے۔ برادرِ اکبر کی طبیعت اتنی ناساز ہو گئی تھی کہ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیا۔ میرے والد محترم حافظ وقاری منیر احمد سہروردی صاحب تب ایک مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور میرے والد گرامی میرے پیرومرشد کے پیر بھائی بھی، یعنی میرے دادا مرشد حضرت پیر شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ بھائی صاحب کی حالت اتنی نازک

Marfat.com

تھی کہ پانی تک پینا اُن کیلئے محال تھا۔ والد گرامی مایوس ہو کر انہیں لاہور سے واپس اپنے گاؤں جلالپور پیروالا لے جانے کی سوچ رہے تھے کہ اتنے میں میرے پیرومرشد مخدوم محمد غوث شاہ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ آپ اُن دنوں کسی کام سے لاہور آئے ہوئے تھے تو آپ نے والد صاحب کو تسلی دی اور فرمایا کہ قاری صاحب لوگ دیہاتوں سے علاج کیلئے شہر کا رُخ کرتے ہیں اور آپ انہیں لاہور جیسے شہر سے گاؤں لے جانے کی سوچ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اللہ نے چاہا تو آپ کے فرزند کو ادھر ہی صحت یابی ہوگی۔ آپ نے اُسی وقت پانی کو دم کیا اور پانی بھائی صاحب کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا کرم کیا کہ مریض جن کو ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیا تھا وہی مریض اللہ والے کی نگاہِ فیض سے بہتر ہو رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے میرے بڑے بھائی صاحب چند دنوں میں اللہ پاک کی کرم نوازی سے صحت یاب ہو گئے اور تب انہوں نے سلسلہ سہروردیہ سے منسلک ہونے کا فیصلہ کیا اور میرے مرشد کریم مخدوم محمد غوث شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ پھر پیرِ کامل کی محبت وشفقت کا مرکز بنتے گئے۔ یہاں تک کہ مرشد کریم نے آپ کو سلسلہ سہروردیہ کی خلافت عطا فرمائی۔ آج میرے ولی نعمت کی نگاہِ محبت کا یہی کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برادرِ اکبر حضرت علامہ مولانا قاری اظہر منیر سہروردی صاحب کو بہت ہی عزتوں سے نوازا ہے۔ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کی بدولت ہی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال انہیں اپنے در کی حاضری کیلئے طلب فرماتے ہیں۔

احباب! اگر ان بزرگوں کی کرامات اور محبتوں کا ذکر کرتے رہیں تو زندگیاں کم پڑ جائیں گی مگر اللہ کے نیک بندوں کی محبتوں کا تذکرہ ختم نہیں ہوگا۔ مجھ پر بھی میرے بزرگوں کی بڑی شفقت ہے، اُن کی دعاؤں سے مجھے اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کا شرف بخشا ہے۔ میرے پیرومرشد کی محبت ہے مجھ

Marfat.com

سے کہ جب بھی ملاقات ہوتی ہے تو آپ مجھے نعت شریف کی فرمائش کرتے ہیں۔ اکثر اوقات وہ میرے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے حوالے سے نعت شریف ''آ گئے آ گئے مصطفیٰ آ گئے'' سنتے ہیں۔ یہ سلسلہ سہروردیہ کا فیضان ہی ہے کہ پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی مدح سرائی کے قابل سمجھا ہوا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ان بزرگوں کے ساتھ سچی پکی عقیدت ومحبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سب لوگوں کا سایہ ہم پر قائم ودائم فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعاؤں کا طلب گار

صاحبزادہ محمد جاوید منیر سہروردی سندیلہ

Marfat.com

معیتِ اولیاء

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْن.

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ہروقت ہرجگہ اور ہرحالت میں ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ. (سورۃ الکھف)

اے انسان اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ملالے جو اللہ تعالیٰ کو اُٹھتے بیٹھتے یاد کرتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک کی ان آیات میں خداوند تعالیٰ ایمان والوں کو حکم دیتا ہے، سچے لوگوں یعنی اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ساتھ ہوجاؤ اور ان کی معیّت و رفاقت اختیار کرو۔

اور دوسری آیت پاک میں خداوند کریم نے اولیاءِ عظام کی معیب ورفاقت کو اور بھی کھل کر بیان فرمایا ہے کہ اتنا ہی نہ کرنا کہ کسی مردِ کامل کے مقدس ہاتھوں میں ہاتھ دے کر یعنی صرف بیعت کر کے ہی بس نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو اپنے دل کو اور اپنی روح کو بھی اولیاء اللہ کے ساتھ وابستہ کرنا۔ غرضیکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کے ساتھ معیتِ جسدی کا حکم فرمایا ہے وہاں معیّتِ روحانی کی بھی تاکید کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی مرشد کامل کی ظاہری بیعت پر ہی اکتفا نہ کرنا بلکہ باطنی طور پر بھی ان سے لگاؤ رکھنا ضروری ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی مسلمان دل سے کسی مردِ کامل کی غلامی اختیار کرے گا اور دل و جان سے اولیاء اللہ سے محبت رکھے گا تو اس کا فائدہ قیامت کے دن یہ ہوگا، جب کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ دنیا میں جس سے محبت ہوگی وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔ امام الانبیائے علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو داتا گنج بخشؒ سے محبت ہے تو قیامت کے دن وہ داتا کے ساتھ ہوگا اور دنیا میں جس کو غوثِ اعظمؒ سے محبت ہے قیامت میں وہ کملی والے کے ساتھ ہوگا۔ سُنی اگرچہ گنہگار ہی سہی لیکن گستاخ و بے ادب نہیں ہیں اس لئے قیامت کے دن انشاء اللہ اولیائے کرام صحابہ عظام اور جناب خیر الانام علیہ السلام سے محبت وعقیدت ہی ان کے وسیلہ نجات اور ذریعہ بخشش بن جائے گی۔ کیونکہ ہر سُنی کے دل میں ہر ولی، ہر پیر و فقیر، ہر صحابی اور ہر نبی کے محبت وعقیدت پوری طرح سے موجود ہے اور ہر سُنی کا دامن کسی نہ کسی پیر و فقیر اور کسی نہ کسی مردِ کامل سے وابستہ ہے۔ اور ہر سُنی کسی نہ کسی مُرشد و پیر کا طالب و مُرید ہے، مگر یہ گستاخانِ نبوت ولایت اور اولیاء اللہ کی شانِ پاک میں بے ادبی و گستاخی کرنے والے مولوی اور بزرگانِ دین سے عداوت رکھنے والے واعظ اور ان کے متعلق بغض وعناد رکھنے والے بدعقیدہ لوگ قیامت کے روز کہاں جائیں گے۔

کس کو پکاریں گے، کس سے فریاد کریں گے اور کس کے ساتھ ہوں گے، جب کہ دنیا میں ان کو کسی پیر و فقیر اور کسی نبی و ولی اور کسی مرشدِ کامل سے کوئی عقیدت و محبت نہیں ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں:۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

Marfat.com

کہ وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ میں خداوند کریم کے ساتھ بیٹھوں یعنی بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہو جاؤں تو اسے چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے، ان کی صحبت اختیار کرے اور بزرگانِ دین کی مجلس میں رہے۔ اس لئے کہ:-

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو سال کی مقبول عبادت سے افضل و بہتر ہے۔ چنانچہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اور دیوبندیوں کے امام و پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب امواد المشتاق کے صفحہ ۵۴ پر نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث پاک لکھی ہے:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَهْلِ التَّصَوُّف.

کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی کسی درویش اور کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھ جائے۔

مقصد یہ ہے کہ اولیائے کرام کے پاس بیٹھنا ہی اللہ کے پاس بیٹھنا ہے پھر یہی نہیں بلکہ:

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ

یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

کہ چونکہ مُرشد برحق اور پیر کامل کی صورت جمال خداوندی مظہر تو ہوتا ہے اس لئے اپنے پیر کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت بزرگانِ دین کی مجلس، صوفیائے کرام کی رفاقت اور درویشانِ کامل کی معیت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے اچھے ہو جاتے ہیں اور بد نیک، بے مرد بامراد ہو جاتے ہیں اور بدنصیب خوش نصیب اور پیتل سونا اور ناقص کامل بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

گلے خوشبوئے در حمام رُوزے
رسید از دستِ محبوب بدستم

کہ ایک دن میں حمام میں نہار ہا تھا کہ ایک دوست نے مجھے خوشبودار مٹی دی۔

بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری
کہ از بوئے دلآویزے تو مستم

تو میں نے اس مٹی سے پوچھا تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل کو لبھانے والی خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے۔

بگفتا من گلے نا چیز بُودم
ولیکن مُدّتے با گل نشتم

تو اس مٹی نے جواب دیا کہ ہوں تو میں ایک ناچیز و حقیر مٹی لیکن میں چند دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں یعنی مجھ پر گلاب کا پھول اُ گا ہوا تھا اور اس صحبت کا اثر ہوا ہے کہ:

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

کہ اس گلاب کے پھول کی خوشبو میرے اندر بھی آ گئی ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حقیقت افروز مثال اور ایمان بخش دلیل سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ناچیز و حقیر مٹی چند دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہ کر اور مشک و عنبر بن کر شیخ سعدی کے دل و دماغ کو معطّر کر سکتی ہے تو ایک گنہگار بندہ کسی اللہ کے والی کی صحبت میں رہ کر نیکوکار بھی ہو سکتا ہے اور ایک بدکار خوش اطوار بھی ہو سکتا ہے اور ایک ناقص انسان کسی مردِ کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بھی بن سکتا ہے اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ برف میں رکھی ہوئی کوئی چیز ٹھنڈی نہ ہو اور آگ پر رکھی ہوئی کوئی شے گرم نہ

Marfat.com

ہو۔اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ناقص انسان کسی کامل کی صحبت کے اثر اور اس کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فیض صحبت کی مثال دے کر فرماتے ہیں:

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

کہ جس طرح قطرہ دریامیں اور دانہ کھیت میں مل کر کھیتی بن جاتا ہے اسی طرح ایک ناقص کسی کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بن جاتا ہےاور پھر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی نیک اور کامل کی صحبت اور مجلس نصیب نہ ہوتو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرے اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے ارواحِ انبیاء علیہم السلام کی صحبت پالی، کیونکہ:

ہست قرآں حالہائے انبیاء
ماہیان بحر پاکِ کبریا

کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے جو کہ دریائے وحدت میں غوطہ زن رہنے والے ہیں۔ارشادِ رومی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میسر نہ آسکے تو پھر ان کے حالات وحکایات ہی کو پڑھنا اور سننا بمنزلہ ان کی صحبت کے ہے۔

بازاروں میں دودھ قیمتاً فروخت ہوتا ہے اور پانی کی کوئی قیمت نہیں ہے لیکن اگر کوئی قوم کا دشمن دودھ میں پانی ملادے تو پھر پانی زبانِ حال سے دودھ کو کہتا ہے کہ تیری تو قیمت ہے اور میری کوئی قیمت نہیں ہے لیکن اب میں تیری صحبت میں آکر تجھ میں سما گیا ہوں اور اب میرا کیا حال ہوگا،تو دودھ بھی زبانِ حال سے پانی کو جواب دیتا ہے کہ جب تک تو مجھ سے جدا تھا تو تیری کوئی قیمت نہ تھی اور اب چونکہ تو میری صحبت میں آگیا ہے اس لیے اب جو قیمت میری ہے وہی تیری۔

Marfat.com

گرم کوٹ کا کپڑا اچاہے سو روپے گز والا ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ کبھی درزی کی دُکان پر کٹا پھٹا اور اِدھر اُدھر بکھرا رہتا ہے اور کبھی کسی دھوبی کی دکان پر اُلٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے لیکن اگر آٹھ آنے کا کھدّر قرآن پاک کا غلاف بن جائے تو پھر قرآن مجید کے ساتھ لگ کر وہ بھی مسلمانوں کی بوسہ گاہ بن جاتا ہے اور ہاتفِ غیبی سے آواز آتی ہے کہ اے ایمان والو! اگر چہ یہ آٹھ آنے گز کا معمولی سا کھدّر ہے مگر چونکہ اب یہ قرآن پاک کی صحبت میں آ کر اس کا غلاف بن چکا ہے، اس لیئے اب اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائیں۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے ایمان افروز قصّے کے ساتھ ان کے اس کتے کا ذکر بھی فرمایا ہے جو ان کی صحبت میں رہ کر جنت کا حق دار بن گیا تھا۔

قصّہ یہ ہے کہ کسی زمانے میں او رکسی شہر میں ایک بادشاہ حکمران تھا جس کا نام دقیانوس تھا اور وہ بہت ظالم تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان کروا دیا تھا کہ میری حکومت میں جس کسی نے بھی اللہ کا نام لیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس ظالم کی سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے سات اولیائے کرام بھی رہتے تھے جو دن رات اپنے ربّ کریم کی عبادت و ریاضت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے جب یہ اعلان سنا تو وہ آدھی رات کے وقت شہر سے نکل کھڑے ہوئے، جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ان اولیاء اللہ نے دیکھا کہ ایک کتّا بھی اُن کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ کتے کو اپنے ساتھ دیکھ کر گھبرائے کہ یہ بھونکے گا تو پھر ہم پکڑے جائیں گے اور اسی خطرے کے پیشِ نظر وہ کتّے کو مارنے، ہٹانے اور دھتکارنے لگے مگر کُتّے نے ان کو کہا:

(تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۷۳)

۱۲۵۵۹۹۸

Marfat.com

مَا تُرِیْدُوْنَ مِنِّ لَا تَخْشَوْا جَانَبِیْ اَنَا اُحِبُّ اِحِبَّاءَ اللّٰہِ فَنَامُوْا حَتّٰی اَحْرُسَکُمْ.

کہ آپ کا مجھ سے کیا مطلب ہے آپ لوگ مجھ سے کوئی خوف نہ کھائیں، میں تو اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت رکھتا ہوں۔ پس آپ لوگ سو جائیں میں آپ کا پہرہ دوں گا اور میری تو آرزو یہ ہے کہ آپ لوگوں کی پاک صحبت سے میری نجات ہو جائے اور قیامت کے دن میں بھی بخشا جاؤں۔ چنانچہ قیامت کے دن جب اصحاب کہف یعنی وہ اولیاء اللہ جنت میں داخل ہوں گے تو آج اولیاء اللہ کی پاک صحبت کو شرک و بدعت کہنے والے بدعقیدہ مولوی اس کتے کو بھی ان کے ساتھ جاتا دیکھیں گے۔ پھر اس کتے نے کہا: اے اللہ کے ولیو! اگرچہ میں کُتا ہوں مگر یہ جانتا ہوں کہ تم اللہ کے ولی ہو اس لیے میں تمہیں بھونکوں گا نہیں، میں اس کُتّے کے قدم کیوں نہ چوم لوں جو کُتا ہو کر بھی اللہ کے ولیوں کو نہیں بھونکا اور ان انسانوں کو ابلیس کیوں نہ کہوں جو انسان ہو کر اولیاء اللہ کو بھونکتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو اس کُتّے کی یہ ادا پسند آ گئی اور اس کی آواز پر تحسین و آفرین کہتے ہوئے قرآن پاک میں اس کتے کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کے پہرہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَ کَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْدِ

غور کرو کہ ایک کُتا ہو کر پہاڑ کی ایک غار کے منہ پر بیٹھ کر تین سو نو سال تک اولیاء اللہ کا پہرہ دیتا ہے کہ یہ کتنے افسوس کی اور دکھ کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے انسان اولیاء اللہ کو گالیاں دیتے ہیں، ان کو بُرا کہتے ہیں اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے انسانوں سے اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے جنت میں جانے والا کتا ہزار درجے افضل

Marfat.com

ہے۔ پھر قرآن پاک کے اس ایمان افروز قصّے سے یہ بات بھی پوری طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ جب اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی صحبت میں رہنے پر ایک انسان خدا کی رحمت و بخشش سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ امداد المشتاق ۱۰۲ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے کہ ایک کُتّا سامنے سے گزرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی تو وہ کُتّا اس قدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے تمام کتّے اس کے پیچھے دوڑتے تھے، وہ کتّا ایک جگہ بیٹھ گیا تو سب کُتّوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔

امداد المشتاق ۱۵۷ پر لکھتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بیٹھے تھے کہ ایک کتّا سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس بزرگ کی نظر اس کُتّے پر پڑ گئی پھر اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اور ان کی نگاہ کا اس کتّے پر اتنا اثر ہوا کہ جہاں وہ کُتّا جاتا، کُتّے اس پیچھے پیچھے ہو لیے اور جہاں وہ بیٹھتا سارے کتّے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کُتّا تمام کُتّوں کے لیے شیخ بن گیا۔

آگے لکھتے ہیں کہ دیکھئے جن کے فیوض و برکات جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے، ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے، ہاں دُھن ہونی چاہیے تھوڑی ہی ہو۔

اصحابِ کہف کی برکت سے ان کا کُتّا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ تو جب حق تعالیٰ کی عنایت کُتّے پر اس قدر ہوگئی تو ہم پر کیوں نہ ہوگی۔

امداد المشتاق ۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کر جاتا ہے اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں۔

اولیاء اللہ سے بغض و عناد رکھنے والے گستاخ اور بے ادب مولویوں اور بدعقیدہ واعظوں کو چاہیے کہ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانتے اور ہماری کسی کتاب پر ان کو یقین نہیں ہے تو نہ سہی، کم از کم اپنے ہی پیر و مرشد اور امام و پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی پر ہی یقین

Marfat.com

کر کے اور اُن کی لکھی ہوئی ان سچی باتوں کو تسلیم کر کے اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنی چھوڑ دیں اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر کے سچے دل سے اولیائے کرام رحمہ اللہ علیہم کے خادم بن جائیں۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب تھے، کا ایک مجوسی سے وجودِ باری تعالیٰ کے متعلق بحث ہوگئی۔ اس آتش پرست کافر نے کہا کہ ہم دونوں ہاتھ ملا کر آگ میں ڈالتے ہیں، جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا اور جس کا بچ گیا وہ سچا ہوگا۔ چنانچہ اس دہریئے نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ باہر نکلے تو دونوں کے ہاتھ صحیح سلامت تھے، نہ ہی حضرت مالک بن دینارؒ کا ہاتھ جلا اور نہ ہی اس مجوسی کا۔ رات ہوگئی اور جب ساری کائنات سوگئی تو حضرت مالک بن دینارؒ نے گوشۂ تنہائی میں بارگاہِ رب العزت میں عرض کی، یا مولا! یہ مجوسی تو تیری ذات کا منکر تھا اور میں نے تو ستّر سال تک تیری عبادت کی ہے مگر تو نے یہ کیا کیا کہ نہ تو میرا ہی ہاتھ جلایا اور نہ ہی اس کافر کا، تو پردۂ غیب سے جواب آیا کہ اے میرے مقبول بندے! تیرا سوال تو ٹھیک ہے لیکن اس کے کفر کو دیکھتا یا تیرے ہاتھ کو، بات یہ ہے کہ چونکہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ تھا، اس لیے میں نے تیرے ہاتھ کی برکت سے اس کا بھی نہیں جلایا۔ اسے کہو کہ اگر امتحان لینا ہے تو پھر اکیلا اپنے ہاتھ کو آگ میں ڈالے۔

یہ ہے اولیاء اللہ کی معیت کا اثر اور بزرگانِ دین کی صحبت کا فیض اور اولیائے کرام کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا مقصد۔ اولیاء اللہ کے مراتب و مدارج ہوتے ہیں، کوئی ولی ہوتا ہے اور کوئی غوث، کوئی قطب ہوتا ہے اور کوئی ابدال۔ کوئی قطب مدار ہوتا ہے اور کوئی اوتاد جمع وتد کی ہے اور وتد کے معنے میخ اور قطب کے معنے بھی کِلّی کے ہیں اور پھر ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ چکّی کے دو پڑوں کے درمیان ایک کلّی ہوتی ہے جس کا تعلق چکّی کے دونوں پڑوں سے ہوتا ہے اور چکّی چلنے پر وہ دانہ جو چکّی سے چمٹ جائے وہ پسنے سے محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح یہ اولیاء اللہ اور قطب و اوتاد اس کائنات میں ایک کلّی کی مانند ہیں جن کا تعلق زمین سے بھی ہوتا ہے اور آسمان سے بھی، فرش سے بھی ہوتا ہے اور عرش سے بھی اور مخلوق سے بھی ہوتا ہے اور خالق سے بھی اور یہ خدا اور بندوں کے درمیان ایک وسیلہ ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان ایک رابطہ ہیں اور آقا اور غلاموں کے درمیان ایک ذریعہ ہیں۔

اور جس طرح وہ دانہ جو چکّی کی کلّی سے چمٹ جائے، پسنے سے بچ جاتا ہے اسی طرح وہ گنہگار جو کسی ولی اور مرشد کامل کے دامن سے لپٹ جائے خدا کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لئے اے گنہگار بندو اور اے درد و غم کے مارے ہوئے انسانو! اگر تم بھی دنیا و آخرت میں عذابِ خداوندی اور قہرِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو اور دکھ و درد، رنج و غم اور مصائب و آلام سے نجات پانا چاہتے ہو اور اطمینانِ قلب، سکونِ دل اور تسکین روح حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اس دانے کی طرح جو چکّی کی کِلّی سے چمٹ کر پسنے سے بچ جاتا ہے تم بھی کسی مُرشد کامل کے دامن سے لپٹ جاؤ، کسی مردِ قلندر کی صحبت اختیار کرلو، کسی ولی اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دو اور کسی فقیر بے نوا کے قدم چوم لو۔ بازار میں ایک آدمی سنگترے بیچ رہا تھا اور بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اچھے سنگترے! اچھے سنگترے! ایک مست پاس سے گزرا، اس نے جب یہ آواز سنی تو وجد میں آ کر رقص کرنے لگا۔ لوگ حیران تھے کہ اس درویش کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر لوگوں نے پوچھا: اے مست! یہ وجد و رقص کس بات پر تھا؟ تو اس مست نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس سنگترے بیچنے والے کی آواز نہیں سنی، جو بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اچھے سنگترے۔ اچھے سنگترے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں جو کسی مُرشدِ کامل کی سنگت سے تر گئے ہیں۔

Marfat.com

اولیاء اللہ کی معیت، بزرگانِ دین کی صحبت اور کسی مردِ کامل کی رفاقت سے نہ صرف یہ کہ ناقص کامل اور پیتل سونا بن جاتا ہے بلکہ مُرشد کی توجہ اتحادی سے شیخ کامل اور مریدِ صادق کے درمیان سے تمام حجاباتِ باطنی اٹھ جاتے ہیں اور من وتو کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خدمت گار نانبائی پر خوش ہوئے اور فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ عرض کی، آقا مجھے اپنے جیسا کردیجیے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نانبائی کو سامنے کھڑا کر کے توجہ اتحادی ڈالی۔ بس پھر کیا تھا، دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کون ہے اور نانبائی کون ہے۔

لیکن چونکہ اس نانبائی کا کاسۂ گدائی چھوٹا تھا اور وسعتِ دل تنگ تھی اس لئے وہ شیخ کامل کی توجہ اتحادی کو برداشت نہ کرسکا اور تھوڑی دیر کے لیے اللہ اللہ کہتا ہوا جاں بحق ہوگیا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کہ کسی مرد کامل کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا ہزار سال کی مقبول عبادت سے بہتر ہے مگر حضرت میراں بھیک فرماتے ہیں کہ:

ایک گھڑی سے آدھی اور آدھی سے بھی آدھ

بھیکا سنگت سادھ کی کاٹے کو اپرادھ

اور جب کوئی طالبِ صادق اور مُریدِ باوفا اپنے مُرشدِ کامل کی محبت میں اپنے آپ کو فنا فی الشیخ کرلیتا ہے جو کہ منزل حقیقت ومعرفت کی پہلی سیڑھی ہے تو پھر وہ

Marfat.com

مُرید باوفا بھی شیخ کامل بن جاتا ہے اور پھر کانٹا مرید کو چبھتا ہے تو درد شیخ کو ہوتا ہے، خنجر اس پر چلتا ہے اور خون اس کا بہتا ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دِل چیریں

اور پھر وہ جدھر دیکھتا ہے اسے اپنے شیخ کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ عاشق ومعشوق کا حقیقی اتحاد اور طالب ومطلوب کی سچی سنگت اور مُرید وشیخ کی پکی معیت وصحبت کا آخرت مقام یہی ہے کہ مُرید شیخ میں فنا ہو جائے اور شیخ مرید کو اپنے جیسا کر دے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجنوں لیلیٰ کی محبت میں فنا ہو چکا تھا اور اسے ہر طرف اور ہر چیز میں لیلیٰ ہی نظر آتی تھی۔ ایک دفعہ مجنوں کے جسم میں پھوڑا نکل آیا، ایک حکیم کو بلا گیا کہ فصد کرے۔ حکیم نشتر سے فصد کرنے لگا تو مجنوں نے روک دیا۔ حکیم نے کہا کہ اے مجنوں! تُو تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتا اور اب نشتر سے ڈر گیا ہے۔ مجنوں نے جواب دیا:

گفت مجنوں من نمی ترسم زنیش
صبر من از کوہ سنگین است بیش
لیک از لیلیٰ وجودِ من پر است
ایں صدف پر از صفاتِ آں دُرست
ترسم اے فساد گر فصدم گنی
نیش رانا گاہ بر لیلی زنی
درمیانِ لیلیٰ و من فرق نیست

Marfat.com

کہ حکیم صاحب میں نشتر سے نہیں ڈرتا، اس لیے کہ میرا صبر و تحمل تو پہاڑ سے بڑھ کر ہے لیکن میرے وجود میں لیلیٰ سمائی ہوئی ہے اور میرے بدن کا صدف لیلیٰ کی محبت کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے، میں ڈرتا تو اس لیے ہوں کہ اگر تُو نے میرے پھوڑے پر نشتر چلائی تو یہی نشتر لیلیٰ کے جسم پر لگے گی اس لیے کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی

پُرسی اگر از جہاں کیست امام انام
نشنوی از آسماں جز زکریا جواب
(فخر الدین ابراہیم عراقیؒ)

دومان:

امام انام شیخ الاسلام غوث العالمین حضرت بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانیؒ کے اجداء عظام کا تعلق قریش کے معزز و مکرم قبیلہ سے تھا۔ اسی نسبت سے آپ کو القریش الاسدی کہتے ہیں۔ شیخ عین الدین بیجاپوری آپ کے حسب و نسب کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا از اولادِ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیز بن اقصیٰ است۔ وہبار اسلام آوردہ بود۔ برادران او رمعہ و عمر و عقیل بحالتِ کفر در جنگِ بدر بقتل رسیدند و مسودہؓ کہ درزبان پیغمبر بود دختر ومعہ بود۔

یعنی حضرت بہاؤالدین زکریا ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیز بن اقصیٰ کی اولاد سے ہیں اور ہبار مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے بھائی دمعہ عمر اور عقیل جنگِ بدر میں مقتول ہوئے اور سودہؓ جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھیں، دمعہ کی بیٹی تھی۔

حضرت شیخ کے جدِّ امجد جن کا نام عام تذکروں میں کمال الدین شاہ قریشی مرقوم ہے، مکہ معظّمہ سے نقل مکانی کر کے خوارزم میں سکونت پذیر ہوئے اور بعد ازاں وہاں سے ملتان آکر اقامت گزیں ہو گئے۔ اسی ''مدینۃ اولیا'' میں ان کے نورِ نظر مولانا وجیہہ الدین

Marfat.com

محمد متولد ہوئے۔ان کی شادی ''مولانا حسام الدین ترمذی'' کی صاحبزادی سے ہوئی۔

انہی ایام میں نوح ملتان تاتاریوں کے حملوں کی آماجگاہ تھا، لیکن قلعہ کوٹ کروڑ قدرے محفوظ اور مُصون مقام تھا۔مولانا حسام الدین ترمذی یہیں مقیم ہوگئے اور اسی مقام پر بہاؤالدین زکریا کی ولادت ہوئی۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم سابق استادِ ادبیات تازی ورئیس دانش کدۂ السنہ شرقیہ دانش گاہ پنجاب لاہور نے حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اپنے مقالہ ''الشیخ الکبیر بہاؤالدین زکریاؒ'' میں دریں الفاظ لکھا ہے: ابومحمد زکریا بن وجیہہ الدین محمد بن کمال الدین شاہ علی قریش بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن الحسین بن سلطان مطرفہ بن سلطان خزیمہ بن امیر ہاضم بن امیر تاج الدین بن امیر عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن ہبارؓ بن اسد بن ہاشم بن عبدمناف۔

شجرہ طریقت اس ترتیب میں ہے:

شیخ بہاؤالدین زکریا شیخ سہروردی شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی، شیخ وجیہہ الدین سہروردی، شیخ عبداللہ، شیخ اسود احمد دینوری "Dina Wari" شیخ ممتاز علی دینوی، خواجہ جنید بغدادیؒ، خواجہ سرسقطیؒ، خواجہ معروف کرخی، خواجہ داؤد طائیؒ، خواجہ حبیب عجمیؒ۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت کرم اللہ وجہہ الکریم، فخر عالم وعالیمان، قبلۂ عرشیاں فرشیاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(بارہ سال کی عمر میں والد محترم دارالبقاء کی طرف چلے گئے۔ان کی رحلت کے بعد آپ نے کلام مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ساتوں قرأتوں کے ساتھ قرآن کریم حفظ کرلیا تو حلیۂ تعلیم سے آراستہ ہونے کے لیے خراسان تشریف لے گئے)

بخارا جو ان دنوں علوم وفنون کا گہوارہ تھا اور اسلامی ثقافت کا مرکز تھا، میں پہنچ کر علوم قرآن وحدیث، فقہ اور تفسیر کی تحصیل کی۔بعدازاں بہت سے بزرگانِ دین سے فیوض

Marfat.com

روحانیہ اور باطنیہ کا اکتساب کیا۔ یہاں کے عوام میں آپ بہاؤالدین فرشتہ کے نام سے مشہور تھے۔ تقریباً آٹھ سال تک یہاں رہے اور پھر زیارت حرمین الشریفین کا شوق دامن گیر ہوا۔

مناسک حج ادا کرنے کے بعد روضۂ مطہرہ کی زیارت سے مشرت ہوئے اور تقریباً پانچ سال تک اس جنتِ ارضی یعنی جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زندگی بسر کی اور تزکیہ نفس و تصفیۂ باطن کے لیے ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض لامتناہی سے مالا مال ہو کر بیت المقدس پہنچے۔ یہاں سے مزارات الانبیاء کی زیارت سے فارغ ہو کر عروس البلاد بغداد تشریف لے گئے۔

یہاں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی قدس سرّہٗ علم و عرفان کی دولتِ لازوال سے سامکانِ جادہ حق کے دامن بھر رہے تھے۔ حضرت شیخ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور بہت جلد خرقۂ خلافت پایا۔

خرقۂ خلافت عطا کرنے کے بعد شیخ الشیوخ سہروردیؒ نے آپ کو مرخص فرمایا اور ملتان میں مقیم ہو کر خلقِ خدا کو فیض رسانی کی تلقین فرمائی۔ ملتان پہنچے تو اہل ملتان نے آتش رشک میں جل کر آپ کی خدمت میں پانی سے لبریز پیالہ بھیج دیا جس سے مراد یہ تھی کہ یہ شہر ان کی آمد سے پہلے ہی صاحبانِ کشف و کرامات سے پُر ہے، اس میں مزید کسی کے لیے گنجائش نہیں۔ حضرت شیخ ان کے رمز و کنایہ کو سمجھ گئے اور آپ نے پیالہ کی سطح پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اُن کا قیام اس شہر میں اس طرح ہوگا جس طرح سطحِ آب پیالہ پر پھول۔

اکابرین شہر آپ کے اس مرموز جواب سے متحیر ہو کر آپ کے منقاد و مطیع ہو گئے۔

ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ تمام برصغیر پاک و ہند حضرت بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے انوار و تجلیات باطنیہ سے منور ہوا، اور آپ لوگوں اور صوفیاء میں "

Marfat.com

خیرالاعصار" مشہور ہو گئے۔ سلسلۃ الذہب کے موتفِ شیخ محمد نور بخش لکھتے ہیں۔

حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی قدس سرہٗ العزیز ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔ اُن سے اکثر اولیاء اللہ کے سلاسل منشعب ہوئے۔ لوگوں کو رشد و ہدایت فرمائی اور ان کو کفر و طغیان سے ایمان کی طرف، عصیاں و معیت سے اطاعت گزاری کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اور ان کی شان نہایت ارفع و اعلیٰ تھی۔

آپ کے فیضِ رشد و ہدایت سے امیر و غریب، شاہ و گدا اور خواص و عوام مستفیض تھے۔ آپ کسی خاص جماعت یا طبقہ کو تلقین نہیں فرماتے تھے، جب آپ لوگوں کو راہِ حق کی تلقین کر رہے تھے تو ان دنوں ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان تھا، جو سلطان شمس الدین التمش کا حریف بھی تھا۔ چونکہ سلطان شمس الدین التمش اپنے تدیّن پاسداری شریعت اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں شمار ہوتا تھا، اس لیے شیخ عالم کا رجحان قلبی اسی طرف تھا۔

قباچہ نے التمش کی شان و شوکت اور سطوت و قوت کا اندازہ کر کے اس کے خلاف معاندانہ سازشوں کا ایک جال پھیلا دیا، لیکن ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی جو ایک بے نظیر و بے عدیل عالم دین تھے اور شیخ بہاؤالدین زکریا نے قباچہ کے اس فعل قبیح سے اتفاق نہ کیا اور التمش کو مطلع کرنے کے لیے دونوں حضرات نے پُرخلوص خطوط لکھے، مگر شومئ قسمت یہ خطوط قباچہ کے گماشتوں کے ہاتھ لگ گئے۔

قباچہ بہت برہم ہوا اور قاضی صاحب کو حضرت شیخ کی معیت میں دربار میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں حضرات تشریف لے گئے تو قباچہ نے حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کو اپنی دائیں طرف بٹھایا اور قاضی صاحب کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر دونوں بزرگوں کو ان کے ارسال کردہ خطوط دکھائے۔ قاضی صاحب پڑھ کر متفعل و نادم ہوئے اور گردن نیچی

Marfat.com

کر لی لیکن حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے فرمایا:

اے قباچہ! بے شک یہ خط میرا ہی تحریر شدہ ہے اور میں نے اسے حکم الٰہی سے تحریر کر کے ارسال کیا تھا۔ یہ سن کر ناصر الدین قباچہ لرزہ براندام ہو گیا اور بصد انکساری وتفرع حضرت سے اس گستاخی و بے باکی کی معافی مانگی اور حضرت کو نہایت عزت واجلال سے رخصت کیا، لیکن قاضی شرف الدین اصفہانی اس کے غیظ وغضب سے محفوظ نہ رہ سکے اور وہیں شہید کر دیئے گئے۔

آپ اپنے تجرِ علم اور اکمالِ فضل کے باعث شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ آپ کے شیخ الاسلام مقرر ہونے کا حال مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں جب آپ کے دوست شیخ جلال الدین تبریزیؒ وارِدِ دہلی ہوئے تو اُن کے آنے کی خبر سن کر شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کی آتش حسد بھڑک اُٹھی۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ نے انہیں بادشاہِ اسلام التمش کی نظروں میں ذلیل ورسوا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کئے اور شیخ تبریزیؒ کو افتراء واتہام کا نشانہ بنایا۔

چنانچہ ایک مغنیہ کے توسط سے اُن پر زنا کا بہتان لگایا۔ اس پر سلطان نے ایک محضر کا حکم دیا، جس میں تمام برصغیر پاک وہند کے مشاہیر علماء ومشائخ کو دعوت دی گئی۔ نجم الدین صغریٰ نے شیخ الاسلام کی حیثیت سے حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کو ثالث مقرر کیا۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں یہ ثابت ہو گیا کہ اتہام زنا میں خود شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کا ہاتھ تھا اور الزام زناء ثابت نہ ہوا تو شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سخت شرمندہ وخجل ہوئے یہاں تک کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ بادشاہ نے اس بہتان وافتراء کی پاداش میں نجم الدین صغریٰ کو اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر کے حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کو منصوب کر دیا۔ اسی عہدہ جلیلہ پر آپ کے خاندان کے مختلف افراد فائز ہوئے۔

Marfat.com

آپ مہر ووفا، جود وسخا، محبت ومؤدت کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ انہیں خصائل حمیدہ کی وجہ سے حضرت بابا مسعود فرید الدین گنج شکر آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔
ایک موقع پر حضرت شیخؒ نے کسی بات پر معذرت کرتے ہوئے بابا صاحب کو لکھا:

''میان ما وشما عشق بازی نیست''

اسرار الاولیاء میں حضرت بابا صاحب سے مروی ہے کہ ایک روز میں اور برادرم بہاؤالدین زکریاؒ ایک مقام پر بیٹھے سلوک کی باتوں میں محو تھے کہ اچانک آپ کھڑے ہو گئے اور آہ وبکا شروع کر دی اور پھر:

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔

میں نے پوچھا کہ کیا؟

فرمایا کہ اُٹھ کر دیکھو!

میں نے دیکھا کہ حضرت سعد الدین حمویہؒ کا جنازہ مسجد کے سامنے پڑھ رہے تھے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ حضرت سعد الدین حمویہؒ کی روح اسی روز قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کو شوق سماع نہ تھا، لیکن اتباع مرشد میں شراب سماع کے چند جرعے پی لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک قوال ملتان میں آیا اور ان کی خدمت میں بسا اوقات حاضر ہوتا رہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا: اچھا بھئی! جب آپ عشاء کی نماز پڑھ کر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت کے بعد آپ ایک حجرے میں تشریف فرما ہوئے اور عبداللہ قوال سے کچھ سنانے کے لیے فرمایا۔ اس نے مندرجہ ذیل بیت کی تکرار شروع کر دی:

مستاں که مئے ناب خورند
از پہلوی خود کباب خوردند

Marfat.com

یہ سن کر آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور کئی گھنٹے تک متکیف رہے۔ صبح ہوئی تو قوال کو ایک خلعت فاخرہ اور بہت سا انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔

آپ کو اکثر مولانا فخر الدین ابراہیم عراقی کے پُرسوز اشعار سے کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک رات آپ عراقی کے کمرے کے پاس سے گزرے تو اسے اپنے مندرجہ ذیل اشعار گنگناتے ہوئے سنا:

"نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی دام کردند
چوں خود کردند رازِ خویشتن فاش
عراق را چرا بدنام کردند

غزل کا مقطع سنتے ہی حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور بہت دیر تک آپ پر وجد و کیفیت طاری رہا۔ یوں بھی اکثر وادی استغراق کی سیر کرتے رہتے اور اسی حالت پر مہینوں اکل و شرب کی پرواہ نہ رہتی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ عالم استغراق و تحیّر میں اس درجہ کھو گئے کہ ایک ہفتہ تک طعام وکلام تک نہ فرمایا۔ ساتویں روز آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جو دُرِ شہوار کی شکل اختیار کر جاتے۔ متوسّلین نے انہیں جمع کیا۔ افاقہ کے بعد حضرت سے کیفیت پوچھی تو فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے بحرِ بیکراں میں غواصی کر رہا تھا اور اسی ذات بابرکات کے جمال و کمال سے میری آنکھیں نم آلود تھیں۔ اسی لیے جو آنسو نکلتا وہ دُرِ شہوار کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔

عبادت وریاضت میں کلام اللہ کو ستِ اولاد پر ترجیح دیتے تھے اور اس کی تلاوت سے بڑا شغف رکھتے تھے۔ ایک دن آپ حلقہ مریداں میں تشریف فرما تھے، فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو رکعت میں پورا کلام پاک ختم کرے؟"

Marfat.com

خلفاء اور حاضرین میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی۔ چنانچہ آپ اُٹھے اور رکعت کی نیت کر کے پہلی ہی رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کر دیا۔ بلکہ چار پارے مزید تلاوت فرمائے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ بسا اوقات یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ اہل درد و محبت سے حاصل کیا ہے، عملی شکل میں خلق خدا کے سامنے پیش کر دیا ہے اور یہ سب رب العزت کا فضل و کرم ہے۔

''میں نے جس کام کو سرانجام دینے کا ارادہ کیا ہے وہ بفضلہ پایۂ تکمیل کو پہنچا''

وصال:

مؤرخین نے آپ کے وسال کے شہور وسنیں اور دن بہ اختلاف لکھے ہیں۔ راحت القلوب میں سن وفات ۶۵۶ ہجری مگر تذکرۂ علماء ہند میں ۶۶۱ ہجری ہے۔ مراۃ الاسرار میں ۶۶۵ ہجری اور سفینۃ الاولیاء میں ۶۶۶ ہجری مرقوم ہے۔ سوائے محمد قاسم فرشتہ کے یوم وصال پر سب اتفاق کرتے ہیں، یعنی ۷ صفر المظفر۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ وصال کے دن آپ یادِ حق میں مشغول تھے کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی چہرہ والے بزرگ نمودار ہوئے جنہوں نے آپ کے صاحبزادے حضرت صدرالدین عارفؒ کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے دیا۔ حضرت صدرالدین عارفؒ خط کے عجیب وغریب عنوان اور ماضیہات کو پڑھ کر بہت متعجب ہوئے۔ وہ خط کو حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر کے باہر آئے تو وہ بزرگ غائب ہو چکے تھے۔ خط کو پڑھتے ہی حضرت شیخ کی روح ملاءِ اعلیٰ کے نورانی جھولوں میں جھولنے لگی اور حجرے سے آواز آئی:

وَصَلَ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْبْ.

دوست بدوست رسید

Marfat.com

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ یہ آواز سن کر دیوانگی کے عالم میں حجرے کی طرف دوڑے اور دیکھا کہ آواز حقیقت بن چکی تھی۔

ملفوظات ۔! حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر میں ہے کہ جس وقت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کا وصال ہوا تو باوا صاحبؒ کو غش آ گیا اور بہت دیر تک بیہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا:

میرے بھائی بہاؤالدین زکریاؒ کو اس فنا کے بیابان سے بقا کے شہرستان میں لے گئے اور پھر اُٹھ کر مریدوں کی معیت میں نمازِ غائبانہ ادا کی۔ آپ کا مزار پُرانوار ملتان شریف میں ہے جو مرجع خواص وعوام ہے۔

تعلیمات:

اپنی سادہ اور پاکیزہ زندگی میں آپ نے اپنے مختلف متوسلین اور مریدین کو بہت سی پند آموز اور حقیقت افروز وصیتیں فرمائیں جو آپ کی صوفیانہ تعلیمات کی مظہر ہیں۔ ان وصایا اور خطوط میں سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

بندہ پر واجب ہے کہ وہ بندگی پروردگار میں صدق واخلاص کو اپنا شعار بنائے۔ ماسواء اللہ کے تصور کو مٹانے اور عبادت واذکار میں غیر اللہ کی نفی کرے۔ ایسا کرنے میں بندہ کو لازم ہے کہ وہ اپنے احوال کو درست کرے اور اپنے اقوال وافعال میں محاسبہ نفس کرے۔ گفتگو سے حتی الامکان احتراز کرے، ضرورت کے سوا بات کوئی نہ کرے۔

دلِ زپر گفتن بمیر و در بدن
گرچہ گفتارش بود دّرِ عدن

(فریدالدین عطار)

ہر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے استعانت پروردگار اور استمداد کردگار

Marfat.com

کرے اور اسی سے توفیق عمل کا طالب ہونا چاہیے۔ اپنے ایک مرید کو ایک خط کے ذریعے ہدایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو حرزِ جان بنالو، کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اور محبّ اپنے محبوب تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ محبت ایک ایسی آگ ہے جو دل کی تمام آلائشوں کو جلا دیتی ہے اور جب راسخ و استوار ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدے کے ساتھ ذکر فی الواقعی ذکر ہوتا ہے۔ اسی ذکر کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بھجوائی:

وَاذْکُرُو اللّٰہَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن٥

فلاحِ دارین کا وعدہ فرمایا ہے:

پھر فرماتے ہیں: مرید کو چاہیے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرے۔ ماسوا اللہ کو حریم دل میں نہ آنے دے، بلکہ ان سے میل ملاقات کو حرام سمجھے۔ ہر وقت یادِ حق میں مستغرق رہے، کیونکہ جس شخص کو ذکرِ حق سے موانست نہ ہوگی وہ محبت الٰہی کی بُو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ آپ اپنے ہر مرید اور متوسّل کو اس بات کی تلقین فرماتے کہ بدن کی سلامتی کم خوری میں ہے۔ روح کی سلامتی ترک معصیت میں ہے اور دین کی سلامتی سیّد عالم و عالمان رحمت کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے میں ہے۔

مناجات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تہجد کی کم از کم رکعتیں چار ہونی چاہئیں، اور زیادہ سے زیادہ جتنی کوئی پڑھ سکے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر دو رکعت کے بعد تھوڑا سا آرام کرے اور چند تسبیح وتہلیل واستغفار اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بعد یہ مناجات بخلوص وبحضور دل پڑھے۔

بادشاہا! بنظر رضاء ورحمت بمانگر! خداوندا! ظاہر و باطن ما را در طلب رضائے خود جمع دار! تفرقہ پریشانی وسرگرانی از راہ ما واز راہِ مسلمانان بُدور دار! عفو وعافیت را قرینِ وقت ما کن!

Marfat.com

عنایت ورعایت راسابق وقائدما کرداں! مارابدستِ تفرقہ ماباز مدہ! مارابما باز گلذار! ماراازشرما نگاہدار ازکار مادکارِآں ہمہ مسلماناں درعافیت ودررجائی خود باصلاح آر! کردہ مارادرگزار وآئندہ مارا نگاہدار!

ہرچہ بہ بندہ بخشی دینی، بارضائی خویش قرینی بخش مارابغیرخویش مخذول مکن! مارابدوں خود مشغول مکن! ماراازخود معزول مگرداں اگرپرُسی حجتی ندارم دگریسوزی طاقت نیارم، ازبندہ خطاءوزلت است وازتوہمہ عطاء ورحمت، اے قدیم نم بزل والے عزیز بے بدل۔

اَللّٰھُمَّ اَصۡلِحۡنَا وَ اَصۡلِحۡ فَسَادِ قُلُوۡبَنَا اِلٰی آجِذَہٗ

رہردان جادہ طریقت کوآپ یوں نصیحت فرماتے تھے:

طریقت کے پُرخار راستہ پرگامزن ہونے سے پہلے یہ لازم ہے کہ طالب حظوظ نفسانیہ خواہشات دینوی کوترک کردے۔ جب انسان دنیاکے اشغال میں منہمک رہتاہے تواسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی۔ انسان کی زندگی کا مقصد ہی عبادت الٰہی ہے، عبودیت اللہ تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے اوروہ بھید درجہ تقرب ہے۔ انسان کی تخلیق مصلحت کے لیے ہوئی، لیکن چونکہ درمیان میں ایک پردہ ہے اس سبب سے وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسان کے بدن کا ایک ایک عضوشہوت وخواہش کا گھرہے اوریہی چیزحجاب کا اصلی سبب ہے۔ چنانچہ آنکھ کی شہوت دیکھنے میں، کان کی سننے میں، ناک کی سونگھنے میں، خلق وکام کی ذوقِ اشیاء میں، زبان کی بولنے میں، بدن کی خوراک واستراحت میں اوردل کی شہوت اندیشہ بانی میں گوناں گوں میں مضمر ہے۔

انسان میں اصل چیز دل ہے۔ جب دل اصلاح پذیرہوجاتاہےتوتمام بدن کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ دل بھی موت وحیات سے دوچار ہوتاہے اوراس کی اپنی جداگانہ

Marfat.com

زندگی و موت ہے جو دلِ لذت و شہوات اور ماکولات مشروبات کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے وہ غفلت، تساہل اور تکاسل کا مسکن بن جاتا ہے اور اس پر وساوسِ شیطانی کا غلبہ اور استیلاء ہو جاتا ہے اور اس میں اندیشہ ہائی گونا گوں دخیل ہو جاتے ہیں، غیر اللہ کا خیال دل کو تیرہ و تار کر دیتا ہے۔

جب دل پر تیرگی وسیاہی مستولی ہو جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال بعینہٖ زمین شور کی سی ہو جاتی ہے، جو بیج قبول نہیں کرتی تو لوگ اُسے ''زمین مردہ'' کہہ کر پکارتے ہیں، لیکن جب تعلق دینوی دل سے زائل ہو جائے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے خالی ہو جائے اور بندہ ذکر و تلاوت میں ہمہ تن مصروف ہو جائے تو اس کا دل نورِ ذکر سے زندہ اور مستفید ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اصل کام صلاحیت دل ہے۔ صلاحیت دل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان اپنے باطن کو تمام زمائم و خبائث سے پاک نہ کرے۔ زاویہ دل کو غش و غل، بغض و ریاء، حرص و آز، کبر و نخوت، حقد و حسد سے منزّہ رکھے اور ایسا کرنے میں انسان کو اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا کرنی چاہیے۔ ظاہر و باطن کو طغیان و عصیاں باور اثم و بزہکاری سے محفوظ رکھے۔ صغائر اور کبائر سے گریز کرے اور مرید کامل کی نشانی یہ ہے کہ کم از کم بیس سال تک بائیں ہاتھ کا فرشتہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک بدی بھی نہ لکھے۔

ایک جگہ لکھتے وقت کہتے ہیں:

خلوت اختیار کرنے کے لیے دس چیزوں کا موجود ہونا لازم و لابدی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علم: جس سے انسان حق و باطل میں تمیز کر سکے اور اسے صحیح خلوت نصیب ہو۔

۲۔ اسباب دینوی میں زہد: یعنی دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنی چاہیے۔

۳۔ ہر کام میں نظر عقبیٰ کی جانب رکھی چاہیے۔

Marfat.com

۴۔ خلوت محض سلامتی طبع کی خاطر اختیار کرنی چاہیے۔

۵۔ شدت و محنت کسی راحت و نعمت کے پیش نظر اختیار نہ کرے۔

۶۔ اپنے آپ کو جمیع خلق سے کمتر و احقر خیال کرنا چاہیے۔

۷۔ عمل میں سستی اور مداہنیت نہ کرنی چاہیے کیونکہ فراغت بمنزلہ بلا ہے۔

۸۔ اپنی حالت پر تکبر نہ کرنا چاہیے۔

۹۔ خانہ دل کو تمام ذمائم سے خالی رکھنا چاہیے۔

۱۰۔ ہر اس چیز سے قطع تعلق لازمی ہے جو یاد حق میں مانع ہو۔

خلوت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور نعمتوں کو یاد کرے اور آفرینش زمین و آسمان، جنت و جہنم میں تفکر کرے، خلق میں تفکر کرے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کبھی تفکر نہ کرے۔ اسے اپنا کارساز، کارکشام رازق خالق اور مالک سمجھے۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق عبدیت مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے تو پھر انسان کا نفس شمس و قمر کی مانند درخشاں و تاباں ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ اس حدیث میں حدیث قدسی کا مصداق بن جاتا ہے کہ جب میرا بندہ نفلی عبادت سے میرا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہوں، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ جب اسے یہ مقام یہ تقرب یہ اعزاز و اکرام حاصل ہو جاتے ہیں تو پھر مقصودِ حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور یہی دنیا و آخرت میں انسان کے لیے فوزِ عظیم ہے۔

حالات خاندان قریشی علاقہ جلالپور پیروالا

بایمائے مخدوم محمد غوث صاحب قریشی الہاشمی ثم کبیرانی سجادہ نشین خانقاہ مخدوم پیر آخر بہاؤالدین ملتانی ثم احمد پوری علیہ الرحمتہ از اولاد حضرت غوث الملک ملتانیؒ

Marfat.com

شجرہ نسب:

حضرت مخدوم بہاؤالدین صاحب زکریا ملتانی قدس اللہ سرۃ العزیز

مخدوم صدرالدین صاحب عارف باللہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مخدوم رکن عالم صاحب نوریؒ

حضرت مخدوم کاؤالدین صاحب المعروف مخدوم اسمٰعیل شہید

مخدوم صدرالدین یعنی محمد حاجی

مخدوم اسمٰعیل صاحب ثانی سمرقندی

مخدوم عمادالدین ثانی

مخدوم صدرالدین صاحب ثالث

مخدوم بہاؤالدین ثانی

مخدوم بہاؤالدین ثالث ← مخدوم کبیرالدین ثانی ← مخدوم قائم ناصرالدین ← مخدوم کبیرالدین کلاں

مخدوم قائم ناصرالدین ثانی ← مخدوم وجیہ الدینؒ ← مخدوم یوسف شاہ ملتانی ← مخدوم معین الدین

مخدوم شیخ شرح اللہ المعروف شیخ شہر اللہ

مخدوم پیر آخر بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمتہ

مخدوم محمدؒ غوث معروف حضرت مخدوم حاجی شیخ محمد شہیدؒ

حضرت پیر غلام شاہ صاحب سکینہ میانوالی
ان کی اولاد میانوالی میں موجود ہے۔

حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین احمد پوریؒ

مخدوم شیخ کبیرالدین صاحب

مخدوم شاہ اللہ بخش المعروف پیر مخدوم
کوڑے شاہ صاحب لاولد فوت ہوئے

پیر محمد غوث المعروف چھٹن شاہ

حضرت مخدوم باولی بی بی

مرحومہ بیوہ مخدوم شاہ اللہ بخش مدظلہ

پیر مبارک شاہ صاحبؒ

مخدوم محمد غوث صاحب سجادہ نشین
خانقاہ مخدوم آخر بہاوالدین صاحب
احمد پوری ساکن کیچ علاقہ جلال پور پیروالا

پیر احمد غوث

مخدوم محمدؒ زکریا

مخدوم محمدؒ قطب الدین

مخدوم محمدؒ غوثؒ

مخدوم بہاؤالدین الملقب برھادن شاہ

مخدومہ بی بی مانو

مخدوم بی بی رانی

مخدوم بی بی راج

Marfat.com

مخدوم بھاون شاہ صاحب مرحوم لاولد فوت ہوئے۔ پھر مخدوم بی بی مانو صاحبہ سجادہ نشین ہوئیں۔ حسب فرمان شاہی مخدوم حاجی شیخ محمد صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند کلاں مخدوم آخر بہاؤالدین احمد پور شرقیہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے بعد مخدوم بی بی راج متولی رہیں۔ مخدوم آخر بہاؤالدین کے فوت ہونے پر بی بی راج جو نا کتخدا تھیں، انہوں نے ایک لڑکی پالی تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی تو حسن شاہ صاحب مرحوم مغفور سے اس کا نکاح ہوگیا۔ اس کے بطن سے شاہ محمود پیدا ہوئے۔ سب حقوق گدی کے شاہ محمود صاحب کو مل گئے۔ یہی باعث ہبہ ہوا۔

اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین صاحب احمد پوری علیہ الرحمتہ ہیں۔

شجرہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے پڑپوتے حضرت مخدوم اسمٰعیل ثانی سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مخدوم عمادالدین صاحب ثانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اس خاندان پاک کی اس شاخ میں حضرت مخدوم شرح اللہ صاحب حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اٹھارہویں پشت میں ایک صاحب کمال بزرگ ہوگزرے ہیں۔ آپ کے دو فرزند حضرت شیخ محمد زکریا اور حضرت آخر بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمتہ تھے۔ اوّل الذکر بسبب کثرت ذکر جہر ولقب بہ زکریا ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک خانقاہ حضرت رکن شاہ عالم رحمتہ اللہ علیہ میں ہے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مخدوم قطب الدین جوان عمر میں دراصل بحق ہوکر اسی مقبرہ عالیہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند حضرت مخدوم محمد غوث کی اولاد میں ایک فرزند حضرت مخدوم بہاؤالدین اور تین دختر نیک اختر تھیں جن کا نام حضرت مخدوم بہاؤالدین المعروف بہ پیر بھاون شاہ و حضرت مخدومہ بی بی رانی و مخدومہ بی بی راج تھا۔

مخدوم بھاون شاہ صاحب کے لاولد فوت ہونے پر حضرت مخدومہ بی بی مانو جو

Marfat.com

بڑی عابدہ، زاہدہ اور پارسا تھیں، آپ کے بعد سجادہ نشین ہوئیں لیکن پردہ نشین ہونے کی وجہ سے آپ سلسلہ درس وتدریس وتبلیغ وہدایت کے فرائض کی انجام دہی سے معذور تھیں۔ اس واسطے بادشاہ وقت زمان شاہ والے کابل نے آپ کے ساتھ آپ کے عمرزاد بھائی حاجی مخدوم شیخ محمد صاحب شہد رحمتہ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر کر دیا اور اس ضمن میں لیٹر بمہر شاہی ودستخط خاص ثبت فرما کر آپ کے حوالہ کیا۔

حاجی شیخ محمد صاحبؒ:

آپ کے والد ماجد پیر آخر بہاؤ الدین علیہ الرحمتہ مخدوم شرح الہہ کے فرزند اصغر تھے۔ ان کا انتقال اپنے فرزند کی صغیرسنی ہی میں ہو گیا۔ حضرت مخدوم غوث المعروف حاجی شیخ محمد صاحب بڑے عادل وکامل بزرگ ہوئے۔ علوم ظاہری وباطنی اپنے والد ماجد ودیگر علمائے وقت سے حاصل کیے۔ خرقۂ خلافت سہروردیہ اپنے خاندان سے عطا ہوا۔ آپ کو سیاحت ملادِ اسلامیہ کا بہت شوق تھا، چنانچہ اپنے عقیدت مندوں کے ایک بڑے قافلے کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کا سفر بارادۂ حج اختیار کیا اور سال ڈیڑھ سال کے بعد بخیریت تمام مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ درگاہ شریف کے اہم معاملات کے الضرام کے واسطے آپ کو دربار کابل میں بھی جانا پڑا جہاں شاہِ وقت نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور جناب کو بلاطلب فرمان شاہی بمہر ودستخط خاص مشعر بہ تقرری سجادہ نشینی ومعزولی مخدومہ بی بی مانو صاحبہ عطا فرمایا اور آپ کو تحائف وغیرہ دے کر بصد احترام رخصت فرمایا۔

بلکہ ایک میل تک خود بادشاہ سلامت ہمراہ آئے۔ یہ فرمان شاہی موجودہ سجادہ نشین مخدوم محمد غوث صاحب سجادہ خانقاہ مخدوم آخر بہاؤ الدین صاحب احمد پوری علیہ الرحمہ ساکن کیچ علاقہ جلال پور پیروالا کے پاس موجود ہے۔ گو اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ آیا اس فرمان کی کبھی تعمیل بھی ہوئی یا نہیں۔

Marfat.com

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ ۱۶۰۸ ہجری المقدس میں بموجب فرمان شاہی مستقل سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث بہاؤالحق ملتانی علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔ ریاست بہاولپور میں بھی آپ کے تعلقات گہرے تھے، چنانچہ آپ کی شادی ایک شریف خاندان مغلیہ میں علاقہ ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔ اس خاتون پاک کے بطن سے حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین احمد پوری علیہ الرحمہ پیدا ہوئے جو موجودہ سجادہ نشین مخدوم محمد غوث صاحب قریشی کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے موضع بیٹ کیچ وکرمونوالی عنایت پور دوچھ سندیلہ وغیرہ میں زمینداری تعلقات پیدا کیے اور سرکاری ریاست میں بھی تجدید پٹہ جات وانعام وغیرہ کرائے۔

حضرت مخدوم حاجی شیخ محمد صاحب علیہ الرحمہ سن رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے مواعظ حسنہ سے سینکڑوں آدمی روزانہ فیض یاب رہتے۔ ارکان برادری آپ کی وجاہت دینی ودنیاوی کی بابت بغض وحسد کا شکار رہتے۔ آپ کا وصال ملتان میں ہوا لیکن عمارت روضہ نامکمل رہی اور اب گر کر بالکل منہدم ہو چکی ہے۔

حضرت مخدوم شیخ محمد صاحبؒ کے وصال کے بعد تعلقات برادری کچھ ایسے کشیدہ ہو گئے کہ آپ کی اہلیہ محترمہ باعث خوف وہراس جان ومال اپنے بچوں سمیت اپنے میکہ احمد پور شرقیہ میں جا کر سکونت پذیر ہو گئیں جہاں سرکار بہاولپور کی جانب سے توجہ خاص ہوئی۔

حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمہ ۱۱۹۸ ہجری المقدس کے قریب قریب ملتان میں پیدا ہوئے۔ یہاں سے بہاولپور کی طرف ہجرت کرتے وقت آپ کی والدہ ماجدہ منقولہ میں سے سوائے قرآن پاک شجرہ نسب ملفوظاتِ خاندانی وفرامین شاہی کے کسی قسم کی کوئی چیز ہمراہ نہ لے جاسکیں۔

مخدوم صاحب ممدوح وقار مستغنی متدین وجیہ شجاع۔ متورع۔ گوشہ گزین۔ کم گو

Marfat.com

انسان تھے۔آپ کے مریدین و فلسفین کی تعداد بے شمار تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے رؤسائے عظام وزمینداران علاقہ مثلاً اولاد سید جلال الدین علیہ الرحمتہ سادات علی پور شریف۔ اولاد بلنہ راج علیہ الرحمتہ وخاندان قریش از اولاد حمید الدین سادات علاقہ خیر پور میر میں بزرگان چانڈو خواتین داداپوترہ وغیرہ آپ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ ملک سندھ و بلوچستان میں آپ کی کئی ایک کرامات مشہور ہیں۔ آخر عمر میں آپ چھ ماہ احمد پور میں رہے۔

اور موسم سرما میں موضع بیٹ کیچ علاقہ جلال پور پیر والا میں قیام فرماتے تھے۔ آپ شریعت نبوی کے سختی سے پابند تھے اور گنہگاروں کو بموجب احکام شرعی سخت سزا دیا کرتے تھے۔ دینی ودنیاوی وجاہت بھی بدرجہ اتم تھی۔ جائیداد زرعی کے حقوق کی حفاظت اور آمدنی کی تقسیم کے متعلق دیوان مول راج کے وقت کے کئی فرمان موجود سجادہ نشین کے پاس موجود ہیں۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۲۶۳ ہجری المقدس کو آپ نے احمد پور شرقیہ میں دائمہ اجل کو لبیک کہا۔ صاحب زادگان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی نعش مبارک ملتان میں دفن کرا کر روضہ اقدس تعمیر کرایا جو اس وقت تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت مخدوم شیخ کبیر الدین قریشی:

آپ خلف اکبر سجادہ نشین حضرت مخدوم پیر آخر بہاؤ الدین علیہ الرحمتہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۵ ہجری کے قریب احمد پور میں ہوئی۔ والد کے زیر سایہ تعلیم پائی۔ رسم دستار بندی بشمول ارکان برادری ضلع ملتان و مریدان اطراف و نواب صاحب بہاولپور ایک بارونق مجلس میں ادا ہوئی۔ تجدید جاگیرات و پٹہ جات کے متعلق نواب صاحب غفران مآب نے آپ کے نام احکام صادر فرمائے۔ اسی طرح افلاک ضلع ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان آپ کے نام پر داخل خارج ہوئے۔ حضرت مخدوم صاحب ممدوح بڑے شجاع، قوی

Marfat.com

ہیکل، دراز قد، خوش پوشاک، بارُعب اور پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ مذہباً اہل سنت والجماعت اور طریقتاً سلسلہ سہروردیہ میں صاحب ارشاد تھے۔

والد کی رضامندی سے حضرت سید ابراہیم صاحب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ میں بھی منسلک ہوئے۔ جس طرح دینوی امور میں صاحب کمال تھے اسی طرح دنیاوی معاملات میں بے حد منظّم مدبّر اور دور بین تھے۔ سواری کے شائق تھے اور آپ کے اصطبل کی گھوڑیاں آج تک مشہور چلی آتی ہیں۔ رتھ کی سواری بھی کیا کرتے تھے جس کو اعلیٰ قسم کے بھاگ ناڑی بیل کھینچتے تھے۔ مخدومہ بی بی راج صاحبہ کی وفات کے بعد حقوق گدی خانقاہ جات ملتان کا انتظام شاہ محمود کرنے لگے اور اس طرح سجادہ نشینی موجودہ خاندان قریش میں منتقل ہوئی۔ گو بعد میں یہ فیصلہ ہوا کہ کل آمدنی خانقاہ جات چار حصوں پر تقسیم ہو، جس میں سے ایک حصہ مخدوم شیخ کبیر الدین و پیر عاشق شاہ وغیرہ احمد پوری صاحبان وحصہ دوم قریشی صاحبان غوث پور تلمبہ وحصہ سوم مخدومان کبیرانی و حصہ چہارم مخدوم شاہ محمود صاحب معہ برادر خود پیر شاہ صاحب مرحوم مقرر ہوا۔ اس موقعہ پر جو اقرار نامہ تحریر ہوا، اس کی ایک نقل موجودہ سجادہ نشین احمد پوری شیخ محمد غوث قریشی کے قبضہ میں موجود ہے جس میں ۲۹ مگھر ۱۹۰۶ بکرمی بمطابق ۲۷ محرم الحرام ۱۲۶۶ ہجری کی تاریخ درج ہے۔ مخدوم شیخ کبیر الدین صاحب علیہ الرحمہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۸۱ ہجری کو رحلت فرما گئے۔

حالات حضرت شاہ اللہ بخش المعروف مخدوم پیر کوڑے شاہ صاحب مرحوم ابن مخدوم شیخ کبیر الدینؒ:

آپ کی ولادت ۱۲۶۵ ہجری کے قریب قریب احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔ اس وقت حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین علیہ الرحمہ حیات تھے۔ حضرت نے دعا فرما کر گھٹی دی اور اپنا لب مبارک بھی چٹایا۔ آپ حسن میں یکتا، سخاوت میں بے عدیل، سیرت وصورت

Marfat.com

میں بے مثل، متدین، بردبار صاحب سطوت وہیبت شجاع اور زور آور انسان تھے۔ آپ کے حالات اخلاق وکمالات خوارق عادات بے شمار ہیں۔ ان کی فیاضی شہرۂ آفاق تھی۔ سائلین کا ہجوم آپ کے درِ دولت پر ہر وقت لگا رہتا تھا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد اندازاً ایک لاکھ روپیہ آپ کے قبضہ میں آیا، جو تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے خیرات کر دیا۔ زور آزمائی کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ ایک گھوڑی کسی کنویں میں جا پڑی۔ لوگ اس کے باہر نکالنے سے عاجز تھے۔ آپ نے دو پختہ رسّوں سے گھوڑی کو بندھوایا اور حکم دیا کہ رسہ لوگ شامل ہو کر کھینچیں اور دوسری طرف سے میں کھینچتا ہوں۔ ایسا کیا گیا لیکن آپ کی طرف کا حصہ اوپر آجاتا اور دوسری طرف کا حصہ نیچے رہتا۔ آپ پھر دوسری طرف تشریف لے جاتے اور اس طرف کھینچتے، اسی طرح تیسری کوشش میں گھوڑی باہر نکال لی۔ شکار کا بھی خاص شوق تھا۔ آپ قادر انداز نشانہ باز تھے، اُڑتے پرندے کو بغیر شست لگائے مار لینا یا درندہ کو تلوار سے ہلاک کرنا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

تفریح کے لیے مختلف قسم کے طیور، مثلاً طوطی، کبوتر، خمرے، مینا، طوطا وغیرہ پال رکھے تھے۔ ہرن، بارہ سنگھے وغیرہ دلچسپی کے لیے موجود تھے۔ اونٹ، گھوڑے، گائے، بھینس وغیرہ کی کمی نہ تھی۔

علم قیافہ میں آپ کو خاص دسترس تھی اور کشفِ قبور بھی جانتے تھے۔ رحم دلی کی یہ حالت تھی کہ ایک کُتیا بچے جننے کے بعد مر گئی۔ معلوم ہونے پر روزانہ اپنے ہاتھ سے دودھ اور چُوری ان کو کھلاتے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ بعد عشاء جب ہر ایک مہمان امیر ہو یا فقیر، آرام کرنا چاہتا تو آپ پر قدرتاً رقت طاری ہو جاتی اور روتے روتے آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔ آپ کا وصال ۲۲ شوال المکرّم ۱۳۲۲ ہجری کو ہوا۔

فوتیدگی سے ایک روز پہلے آپ نے وصیت نامہ بطور تملیک جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی زوجہ مسماۃ مخدومہ باولی بی بی بنت پیر محمد غوث المعروف چھٹن پیر کے نام لکھنے

Marfat.com

کا حکم صادر فرمایا اور پٹواری کے روزنامچہ میں بھی رپورٹ درج کرائی۔ اپنا انگوٹھا اور مہر ثبت فرمائی، ہر دو تحریرات پر شہادتیں کرائی گئیں اور اپنے کفن دفن کے متعلق وصیت فرمائی۔

حضرت مخدومہ باولی بی بی صاحبہؒ:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۰ ہجری کے قریب قریب احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔ آپ حضرت پیر محمد غوث المعروف چھٹن پیر علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر تھیں۔ خودسانگی میں والد صاحب بمعہ عیال واطفال توطن پذیر موضع بیٹ کیچ میں ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد سایۂ پدری سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی نسبت مخدوم شاہ اللہ بخش صاحب اپنے عمزاد بھائی سے نابالغی کے زمانہ میں ہو چکی تھی، بعد میں شادی ہوئی۔ آپ بڑی باحیا، پاکباز، نیک سیرت، صاحب عفت وعصمت، خوش خصال، شیریں مثال تھیں۔ مخدوم صاحب مرحوم آپ کے شوہر نے اپنی کلی جائیداد معہ سجادگی بطور تملیک آپ کو لکھ دی تھی، جس کو حکام وقت نے جائز قرار دیا۔ اوّل اوّل آپ کے برادر مرحوم جائیداد کا اہتمام کرتے رہے لیکن وہ بھی دنیاوی معاملات سے اپنے بزرگوں کی طرح محترز و بے نیاز تھے۔ اس لیے تھوڑے عرصہ کے بعد مخدومہ صاحبہ کا برادرزادہ یعنی سجادہ نشین صاحب حال بعد فراغت تعلیم حضرت ممدوحہ مرحومہ کے مشورہ سے آپ کے معاملات کا مختار و کفیل رہا۔

آپ نے ان کو اپنا متبنیٰ مقرر کر کے سیاہ وسفید کا مالک کر دیا۔ مخدومہ صاحبہ ممدوحہ مرحومہ نے انقلاب زمانہ کے تین دور دیکھے، یعنی دوشیزگی، ازدواج اور بیوگی۔ تینوں زمانوں میں آپ کی حالت یکساں نیک روش پر قائم رہی۔ پابندی صوم وصلوٰۃ واداۓ امور واجبہ مستحبہ میں کبھی تساہل نہ ہوتا۔ مروّت واخلاق کا یہ حال تھا کہ ہر وقت عورتوں کا اجتماع رہتا۔ کوئی طالب نقدی کوئی اقسام اناج کی جویا، آپ بہ خندہ پیشانی ہر ایک کا سوال پورا کرتیں۔

Marfat.com

قلندر اور فقراء جو مخدوم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد درِ دولت پر مقیم رہے، ان کے اخراجات کا بیڑا اُٹھائے رکھا۔ مکانات و خانقاہ شریف احمد پور شرقیہ کی مرمت کا خاص خیال رکھا۔ افرادِ برادری اکثر آپ کو تنگ کیا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ کو تکلیف دیتے، لیکن آپ ہمیشہ درگزر فرماتیں۔ آپ کی دعا میں برکت اور اثر تھا، ہر سائل کے لیے دعا فرماتیں اور وہ کامیاب ہو کر واپس جاتا۔ ۱۳۳۵ ہجری میں ایک وقت معہ برادر خود تپ محرقہ میں مبتلا ہوئیں۔ بھائی کا تو بائیسویں دن انتقال ہو گیا۔ لیکن آپ اِس مرض سے بچ گئیں۔ ۱۳۴۳ ہجری میں آپ نے اپنے برادر زادہ کو مرید بلوچستان کی طرف بھیجا۔ ان کی عدم موجودگی میں آپ پھر بیمار ہو گئیں۔ بالآخر سجادہ نشین حال کے حق میں تحریری وصیت فرما کر کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ ہجری کو اِس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور اپنے بھائی کی خانقاہ شریف کے احاطہ میں دفن ہوئیں۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر زادگان نے جمیع رسومات تجہیز و تکفین کماحقہٗ ادا کیں۔ وفات اور قل خوانی کے موقعوں پر گردونواح کے معتقدین، معزز زمیندار اور مخدوم زادہ سید محمد رضا شاہ صاحب جیلانی ایم۔ ایل۔ اے نے شرکت فرمائی۔ ایک محضر نامہ بھی تیار ہوا، جس پر مخدوم زادہ صاحب موصوف اور دیگر معززین و خواتین دیرہ جات واجل، مظفر گڑھ، ملتان، ریاست بہاولپور وغیرہ نے دستخط کر کے حضرت مخدوم محمد غوث صاحب کو قابل سجادگی قرار دیا۔

سجادہ نشین حال:

”آپ کی ولادت باسعادت“

مخدوم محمد غوث ابن پیر مبارک شاہ ابن پیر محمد غوث المعروف چھٹن پیر ابن حضرت مخدوم آخر بہاؤالدین احمد پوری علیہم الرحمۃ والغفر ان کا خانقاہ جات احمد پور شرقیہ و کیچ اس وقت کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۹ ہجری کے قریب کیچ علاقہ جلال

Marfat.com

پور پیروالہ میں ہوئی۔ اس روز لگا تار بارش ہوتی رہی، اس واسطے آپ کو خودسالی میں وسوپیر بھی کہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت پیر مبارک شاہ صاحب ۱۲۸۵ ہجری میں احمد پور شرقیہ میں پیدا ہوئے۔ خوردسالی میں والد علیہ الرحمہ کے ہمراہ کیچ میں رہائش پذیر ہوئی۔ مولوی محمد ابراہیم مرحوم سے تعلیم حاصل فرمائی۔ نابالغی کی حالت میں سایۂ پدری سر سے اُٹھ گیا۔ محض توکل پر گزران تھی۔ مریدین خدمت وخبرگیری کرتے ورنہ آپ خود سوال سے محترز رہے تعلق آزاد، کم گو، باحیا انسان تھے۔

آپ کے متعلق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو کچھ زبان مبارک سے فرمائیں ویسا ہی ہوگا۔ ایک شخص درگ قوم کا بستی کیچ میں مقیم تھا۔ اس کے گستاخانہ کلام سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ ایک روز اس کے متعلق سخت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ ''تو بھونک بھونک کر مرے گا، تجھے قبر جگہ نہ دے گی، تیری قبر پر گیدڑ دوڑیں گے''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پیرانہ سالہ میں چھ ماہ تک متواتر کھانس کر مرا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قبر پوری نہ اُتری اور اس کی ٹانگوں کو مروڑ کر دفن کیا گیا۔ اس کا سکنی مکان غیرآباد ہوگیا، جہاں رات کے وقت گیدڑ اپنا راگ سنا جایا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۶ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہوا۔

سجادہ نشین حال پیر محمد غوث کی ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی کوشش اور جانفشانی کی وجہ سے خاص توجہ سے ہوئی۔ قرآن شریف مولوی غوث بخش مرحوم نے ختم کرایا۔ کتب ہائے فارسی تا شاہنامہ فردوسی علاقہ رحیم یارخان میں پڑھیں مگر تکمیل علوم فارسی اپنے استاد مولوی غوث بخش مرحوم کیچوی سے کی اور عربی کی تعلیم مولوی نظام الدین صاحب مرحوم سکنہ احمد پور شرقیہ و مولوی عزیز اللہ صاحب مرحوم و مولوی الٰہی بخش صاحب سے کی۔ آپ بے حد متوکل، مرنجاں مرنج، خلیق، متواضع اور شریف النفس انسان ہیں۔ عموماً سوال کرنے سے اجتناب کرتے ہیں، آپ کی صداقت مسلمہ ہے۔ آپ کی شادی ایک شریف خاندان

Marfat.com

مغل برلاس مسکونہ احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔ آپ کے چار فرزند ہوئے، مگر عالم شیر خوارگی میں فوت ہوئے۔ دولڑکیاں موجود ہیں۔ عنفوان شباب میں آپ نے بحالت خواب حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کی اور فوراً گولڑہ شریف پہنچ کر شرف بیعت حاصل کی۔

حضرت پیر صاحب ممدوح علیہ الرحمۃ آپ کی تعلیم باطنی تدریجی طور پر فرماتے رہے اور بالآخر سلاسل سہروردیہ، قادریہ و چشتیہ میں بیک وقت مثال خلافت واجازت عطا فرمائی۔

حضرت مخدومہ صاحبہ کی وفات کے بعد قل خوانی کے موقع پر معززین نزدیک ودور کی موجودگی میں حضرت مخدوم پیر سید محمد صدر الدین شاہ صاحب جیلانی دام اقبالہٗ نے دستار خاندانی جو سلسلہ بہ سلسلہ مخدوم شاہ اللہ بخش کے وقت سے محفوظ چلی آتی ہے، آپ کے سر پر رکھی اور جمیع تبرکات خاندانی عطا فرما کر اجتماع عظیم کے روبرو آپ کی سجادگی کا اعلان کیا۔ بعض افراد برادری جو حقوق سجادگی سے چشم پوشی کر کے جائیداد کو آپس میں بطور حصص غصب کرنا چاہتے تھے، شوروشر مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور عذرداری بصورت مقدمہ دائر کر دی۔ افسر علاقہ نے حقوق سجادگی کا آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

جس پر مخالفین برادری نے اپیل دائر کر دی، لیکن صاحب کلکٹر بہادر نے یہ اپیل ۹ اگست ۱۹۲۶ء کو خارج کر دی۔ اس فیصلہ کی نقول سجادہ نشین کے پاس موجود ہیں۔ املاک وحقوق سفر زیر قبضہ ہیں۔ البتہ اراضی کے بارے میں برادر خورد دو افراد برادری کی رنجش پر ان کی تجویز تقسیم بر تقسیم کو منظور کر کے قبضہ چھوڑنے پر رضامند ہوگئے ہیں جو آئندہ شاہد جمیع صاحبان بمعہ آپ کے برادر کے سولہ حصوں میں سے سات حصوں پر خود قابض رہیں گے اور نو حصہ آپ کے ملک میں باقی ہوں گے، البتہ سفر سجادگی بغیر تقسیم کے آپ کے زیر تحویل رہے گا کیونکہ وہ سرکاری مد میں شامل نہیں ہے اور اس کا انحصار مریدوں کی خوشی اور مرضی

Marfat.com

پر منحصر ہے۔ اخراجات عرس ولنگر، شکست وریخت خانقاہ شریف معہ مکانات لنگر آپ کے ذمہ ہیں۔

آپ کا حلیہ بصورت ذیل ہے:

قد درمیانہ، داڑھی چھوٹی اور گھنی، سنت شرع کے پابند، مذہب اہل سنت والجماعت، مشرب چشتی قادری۔ آپ صوم وصلوٰۃ وتلاوت کلام پاک ومشاغل پیرانِ عظام کے سختی سے پابند ہیں۔ سیاحت کا بے حد شوق ہے، مطالعہ کتب بالخصوص علم تاریخ کا خاص شغف رہتا ہے۔ ۱۳۴۸ ہجری میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے فیض یاب ہوئے۔ واپسی پر آپ نے چار ضخیم جلدوں میں سفرنامہ غوثیہ تصنیف فرمایا، جن میں سے ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔ آپ اپنے خاندانی وقار وتمکنت کے بڑے پابند ہیں۔ اپنے قول کے پختہ ہیں اور دروغ گوئی سے اجتناب کرتے ہیں۔ سرور سے پرہیز ہے لیکن پیرانِ عظام کے عرس پر یا محفل متصوفین میں گانا سن لیتے ہیں۔ آپ بے حد حلیم الطبع ہیں، البتہ اگر کسی سے کوئی فعل خلافِ شریعت سرزد ہو تو سخت ناراض ہوتے ہیں۔

تحصیل علم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ مولانا عبدالرشید کرمانی سے بھی ''کہ جن کی قبر محلہ کٹڑہ ملتان میں موجود ہے'' علم حاصل کیا۔ بعد میں اکتساب علم کے لیے خراسان چلے گئے۔ سات سال کے بعد وہاں سے بخارا آ گئے اور آٹھ سال تک وہاں علم حاصل کرتے رہے۔ وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اس عہد کے جلیل القدر محدث مولانا کمال الدین محمد یمنی سے علم حدیث پڑھا۔ وہاں سے بیت المقدس ہوتے ہوئے بغداد آ گئے۔ اس مدت میں آپ نے ۱۶۶۱ اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ بغداد میں آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

Marfat.com

سلسلہ تصوف:

بغداد میں آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے اور وہاں صرف سترہ دن ٹھہر کر آپ نے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور سلسلہ سہروردیہ میں شامل ہو گئے۔ ملتان واپس آ کر آپ نے سارے برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت میں عظیم خدمات انجام دیں اور آپ کے مریدوں نے بھی ملتان سے لے کر کاٹھیاواڑ، دکن سے لے کر سندھ اور پنجاب سے لے کر دہلی تک اس سلسلہ عالیہ کو فروغ دیا۔ اس سلسلے کے لوگوں نے برصغیر میں قرامطہ کے ملحدانہ سلسلے کے خاتمے میں بھی شایانِ شان خدمات انجام دیں۔

چشتیہ سلسلے کے برعکس برصغیر میں سہروردیہ سلسلہ کے بانی خود حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا اور ان کے مریدوں نے سلاطین کے دربار سے رابطہ استوار رکھا اور سلاطین کو نیکی کی راہ اختیار کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔

اولاد:

حضرت بہاؤالدین زکریا نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے پانچ بیٹے ہوئے۔ شیخ صدرالدین عارف، مخدوم شیخ علاؤالدین محمد ہ، مخدوم شیخ قدوۃ الدین محمد، مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور اور مخدوم شیخ برہان الدین محمد۔

دوسری بیوی سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ مخدوم شیخ شمس الدین محمد محبوب خدا، مخدوم شیخ ضیاء الدین محمد، نوری بی اور سلطان بی بی المعروف بہ فاطمہ بی بی۔

نوری بی فارسی کے مشہور شاعر فخر الدین عراقی سے جو ''آپ کے مرید باصفا تھے'' بیاہی گئیں۔

وفات:

آپ کی وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں اور مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ خلاصۃ العارفین کے مطابق آپ نے ۷ اصفر ۶۶۶ ہجری میں وفات پائی۔

Marfat.com

سفینۃ الاولیاء،نزھتہ الخواطر،منبع البرکات نے اسی تاریخ کو صحیح مانا ہے۔

مفتاح التواریخ، سرزمین ہندانوار العارفین، آئین اکبری اور مرقع ملتان میں ۶۶۵ ہجری درج ہے۔

جبکہ سوانح سرق، برٹش میوزیم کی فہرست تذکرہ اشعراء اور تذکرہ اولیائے ہند میں سال وفات ۶۶۱ ہجری درج ہے۔

مقبرہ شیخ:

حضرت شیخ کا مقبرہ ملتان کے مشہور پرانے قلعہ پر واقع ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین عارف مدفون ہیں۔ حضرت شیخ نے یہ مقبرہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے خرچ سے تعمیر کروایا تھا۔

خلفائے شیخ:

شیخ جلال الدین بخاری اُچی، حضرت عثمان مروندی معروف بہ لعل شہباز قلندر، حضرت خواجہ حسن افغان آپ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔

معاصرین عظام:

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزی، قاضی قطب الدین کاشانی و قاضی شرف الدین اصفہانی آپ کے معاصرین عظام میں سے تھے۔

تعلیمات:

شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی

یہاں حضرت شیخ کے وہ ارشادات بیان کئے جاتے ہیں جو مختلف صوفیوں کے تذکروں یا ملفوضات میں پائے جاتے ہیں۔''اخبارالاخیار'' کے مصنف شیخ محدث عبدالحق

Marfat.com

دھلوی نے اپنی کتاب مذکور میں ان خطوط کا ذکر کیا ہے جو حضرت شیخ نے اپنے مریدوں کو وقتاً فوقتاً لکھے۔ان کا انتخاب پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا:

بندے پر لازم ہے کہ صدق واخلاص کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں مشغول رہے تاکہ عبادت اور ذکر وسیلہ سے خدا کے علاوہ ہر چیز کی نفی کر سکے۔اس کا طریق یہ ہے کہ احوال کو درست کرے اور اپنے اقوال اور افعال کے بارے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے،ضرورت کے بغیر بات نہ کرے اور نہ ہی کوئی کام انجام دے اور ہر قول وفعل کے لیے خدا کے حضور التماس کرے اور نیک کاموں کے لیے اس کی مدد کا طالب رہے۔

آپ نے فرمایا:

روح کی سلامتی گناہوں کے ترک کرنے میں ہے اور دین کی سلامتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے اور بدن کی سلامتی کم کھانے میں ہے۔خدا کے ذکر کو اپنے اوپر واجب سمجھو کہ ذکر کے ذریعہ ہی طالب اپنے محبوب کو پاتا ہے۔

عشق ایک آگ ہے کہ کثافتوں کو جلا ڈالتی ہے اور جب عشق راسخ ہو جاتا ہے تو اس کے مشاہدے سے ذکر حقیقی انجام پاتا ہے اور یہ ذکر کثیر ہے کہ خداوند کریم نے اس کے ذریعے فلاح کا وعدہ فرمایا ہے۔

"واذکرو اللہ لعلکم تفلحون"

آپ نے فرمایا:

کہ کریم وہ ہے کہ جس کی طینت اس کے دل کے ساتھ اور اس کا دل سب کے ساتھ دمساز ہو۔جسم میں دل کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا بلکہ ہر وقت ایک نئی حالت اور تازہ شکل وہیبت اختیار کرتا ہے،کبھی حاضر اور کبھی غائب ہوتا ہے۔کبھی قادر اور کبھی غافل،کبھی ہوشیار اور کبھی ساکت ہوتا ہے۔کبھی حالت ذکر میں کبھی عالم،کبھی جاہل،کبھی کافر،کبھی

Marfat.com

مومن، ایک وقت میں زیر اور ایک وقت میں زبر ہوتا ہے۔ کبھی نیک اور کبھی بد ہوتا ہے۔

لوگوں کے بارے میں آپ نے فرمایا:

دنیا کے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں:

اوّل: زاہد، عابد یعنی وہ لوگ جن کا ظاہر بُرا اور باطن اچھا ہوتا ہے۔

دوم: علماء وفضلاء کہ جن کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے۔

سوم: جاہل لوگ کہ ان کا ظاہر اچھا اور باطن بُرا ہوتا ہے۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ زہد کے تین حروف ہیں:

اوّل:

''ز'' کہ اس سے مراد دنیا کی زیب وزینت کو ترک کرنا ہے۔

دوم:

''ھ'' جو ھوا و حرص کو ترک کرنے سے متعلق ہے۔

سوم:

''د'' دنیا اور دولت سے درگزر کرنا ہے۔

آپ کے خیال میں ستم گر کی اس کے ظلم وستم میں افعال کے وصف میں مدد کرنا خود ایک ظلم ہے بلکہ جور و جفا کے ساتھ اس کے ساتھ سلوک کرنا ثواب ہے۔

آپ نے فرمایا:

انسان جب بات کرے تو اسے سوچنا چاہیے کہ خدا اس کی بات کو سن رہا ہے اور جب خاموش رہے تو سمجھ لے کہ خدا اس کے دل کے راز سے واقف ہے۔ اسے جاننا چاہیے کہ میرا اُٹھنا اور بیٹھنا اس کے یعنی خدا کے سامنے ہے۔

آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ تین چیزیں تین لوگوں کے لیے نقصان دِہ ہیں:

ا۔ حکام وامراء کے لیے فساد اور دولت مندوں کے ساتھ ہم نشینی کی طمع۔

Marfat.com

۲۔ مردانِ خدا کے لیے علماء کا قرب۔

۳۔ فقراء کے لیے ریا۔

آپ نے فرمایا:

آزاد طبع انسان کسی کا غلام نہیں ہے اور جو سب کو عزیز ہو، کہیں ذلت نہیں اُٹھاتا۔ بادشاہ وہ ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اور خدا پرست وہ ہے جو تکبر و نخوت کے جال میں نہیں پھنستا۔ نیک انسان وہ ہے جو کسی کے ساتھ بدی نہیں کرتا۔ صاحب وقت وہ ہے جو نہ ماضی پر افسوس کرتا ہے اور نہ مستقبل کے لیے پریشان ہوتا ہے اور اپنے حال میں مست رہتا ہے۔

حضرت شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا:

ہر دروازے اور ہر انسان کے پاس مت جاؤ۔ ایک دروازہ پکڑو لیکن مضبوطی سے اسے تھام لو۔ مرید کو اپنے وقت کا محافظ ہونا چاہیے اور ماسوائے کے اپنے دل کو دور رکھے اور مخلوق کی محبت کو اپنے اوپر حرام کرے اور خدا کے ذکر سے محبت کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو سمجھ لے کہ اس نے خداوند کریم کے عشق کی خوشبو سونگھی ہی نہیں۔

آپ کے نزدیک مجاہدہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی نفس آرزو کرے بیس سال تک اس کی آرزو پوری نہ کرے۔

Marfat.com

تعارف:

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدینؒ ابو حفص عمر سہروردی

مرشد

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ سہروردی ملتانی

آپ چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے معروف ایرانی عارفوں میں سے ایک ہیں اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی بھی ہیں۔ آپ محمد بن ابی بکر کی اولاد میں سے ہیں۔ مشہور صوفی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی آپ کے چچا تھے۔ آپ ماہ رجب سال ۵۳۹ ھ ق/ جون سال ۱۱۴۵ء میں سہرورد کے علاقے میں جوزنجان کے قریب ہے، میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن میں صوفی حسن ملکانی سے علم حاصل کرتے رہے، بعد میں ۲۴ سال کی عمر میں بغداد میں تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ علمائے بغداد نے آپ کو سلطان الحکماء کا لقب عطا کیا۔

روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کئی بار آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو رموزِ باطن اور علوم طریقت سے بہرہ مند فرمایا۔ شیخ عبداللہ گیلانی و نجم الدین کبّراء بہت مشہور ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ مسلک کے لحاظ سے شافعی تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرع اور سنت کی کامل پیروی کرتے تھے۔ آپ نے بغداد میں تصوف و طریقت کے اصول اور وعظ کا طریقہ شیخ ابو نجیب سہروردی سے سیکھا اور فقہ و فنون ادب دوسرے شیوخ سے

Marfat.com

یاد کیے۔ اپنے چچا سے خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ عزات وخلوت میں جا بیٹھے۔ اگرچہ سہروردی سلسلے کے بانی شیخ ضیاء الدین ابونجیب ہیں لیکن آپ نے اسے ہر جگہ پھیلا دیا۔ آپ شیخ ابونجیب کے بعد ان کے قائم مقام بنے۔

خلیفہ وقت ناصر الدین آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور آپ کو دوسرے ممالک میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا کرتا تھا۔ دوسرے بادشاہ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ ہر سال مکہ مکرمہ جاتے اور وہاں سے مدینہ بھی جاتے تھے۔ آپ نے تمام عمر اس طریقہ کو اپنایا۔ آپ دولت کے اعتبار سے اپنے عہد کے تمام عرفا سے زیادہ دولت مند تھے، لیکن آپ نے اس دولت کو غریبوں اور حاجت مندوں پر صرف کیا۔ حج پر ہر سال جاتے اور فقراء کو بھی ساتھ لے جاتے۔ آپ تصوف کے تمام سلسلوں کا احترام کرتے تھے۔ ۶۲۸ ھ۔ق میں جب آپ مکہ پہنچے تو وہاں آپ نے مصر کے مشہور صوفی شاعر ابوالفراد مصری سے ملاقات فرمائی۔

آپ اپنے اصولوں اور اعتقادات میں بڑے سخت تھے۔ آپ اپنے مرشد کی طرح سنت اور آداب کے ظاہری طریقوں کو خوب نبھاتے تھے۔ فلسفیوں سے دور رہتے تھے اور یہ بات اس حد تک پہنچ گئی کہ آپ نے بوعلی سینا کی مشہور تصنیف ''اشفاء'' کو جو فلسفہ سے متعلق ہے، پانی میں پھینک دیا تھا۔

آپ نے خلیفہ وقت ناصر الدین کو بھی فلسفے کی کتابیں جلانے اور ضائع کرنے پر شاباش دی تھی۔

آپ سماع نہیں فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر وہ نعمت جو انسان کے لیے ممکن ہے، شہاب الدین کو دی گئی سماع کے علاوہ۔ آپ بغداد میں صوفیوں کی چند خانقاہوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ ناصر الدین خلیفہ نے آپ کے لیے بغداد میں ایک شاندار خانقاہ تعمیر کروائی تھی، جہاں آپ اور آپ کے مرید رہائش پذیر تھے۔

Marfat.com

آپ کا مقام اولیاء وعرفا میں بہت بلند ہے اور ان کے ہم عصر عرفا وفضلاء آپ کے مداح تھے۔امام یافعی نے انہیں ''استاد زمانہ، فرید یگانہ، مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیل الطریقۃ، ترجمان الحقیقہ، قدوۃ العارفین وعمدۃ السالکین، العالم الربانی'' قرار دیا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا:

''اے عمر! تم عراق کے آخری مشہور لوگوں میں سے ہو''

کمال الدین اصفہانی اور شیخ سعدی جیسے معروف شعراء نے ان کی مدح میں اشعار کہے ہیں۔

سعدی:

مرا پیر دانائی مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ بر نفس خوبین مباش
دوم آنکہ بر خلق بد بین مباش

اردو ترجمہ:

میرے دانا مرشد شہاب ہیں۔انہوں نے کشتی میں مجھے دو نصیحتیں کیں۔ایک یہ کہ اپنے نفس پر تکبر نہ کرو، دوسرے خلق کی برائی نہ کرو۔

کمال الدین اصفہانی:

شہاب الدین عمر سہروردی ان راہ رو
کہ از مسالک او دیو برخدر یابی

اردو ترجمہ: شہاب الدین عمر سہروردی وہ راہبر ہیں کہ ان کے راستے پر چل کر شیطان سے بچتے رہو گے۔

آپ کے مشہور مرید یہ ہیں:

Marfat.com

کمال الدین اسماعیل اصفہانی

شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی

عبدالسلام شیرازی

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

عمادالدین ابوطاہر

سراج الدین حسین ابن شیخ الاسلام

عزالدین مودود زرکوب شیرازی

برصغیر میں ان کے خلفاء یہ ہیں:

حضرت سخی سرورؒ

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی اور

شیخ جلال الدین تبریزیؒ

آپ نے خلیفہ المستنصر باللہ عباسی کے عہد میں بروز بدھ اوّل محرم سال ۶۳۲ھ ق/ (۱۲۳۴ء) کو بغداد کے شہر میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد فرمائیں۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

عوارف المعارف (تصوف و عرفان کی مشہور کتاب)

بہجتہ الابرار

جذب القلوب الی مواصلة المحبوب

اس کے علاوہ تذکروں میں آپ کے اشعار بھی ملتے ہیں۔

قسم اوّل:

شیخ الاسلام قطب العالمین مخدوم شیخ جلال الحق والشرع والدین بخاری قدس سرہ العزیز کے ملفوظات سے نقل کی گئی ہے۔

Marfat.com

قسم دوئم:

شیخ الاسلام شیخ فریدالحق والشرع والدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات سے نقل کی گئی ہے۔

قسم سوئم:

شیخ الاسلام سلطان الاولیاء شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات سے نقل کی گئی ہے۔

اور

ان کو خلاصۃ العارفین کا نام دیا گیا ہے۔

خلاصۃ العارفین کا آغاز شیخ الاسلام قطب العالمین مخدوم سید جلال الدین بخاریؒ قدس سرہ العزیز کے ملفوظات سے نقل کیا گیا ہے۔ جنہوں نے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت کی تھی اور مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے شیخ جلال الدین بخاری کی تربیت کی تھی اوران کی صفات کی ترقی اور تزکیہ باطن کیا تھا۔

قسم اوّل:

ملفوظات حضرت شیخ الاسلام سید جلال الدین بخاریؒ:

شیخ جلال الدین اپنے مرشد کے احوال کا ذکر شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ، مولانا و مخدوم شیخ الاسلام غوث العالمین شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک سن ۵۶۶ ہجری کو کوٹ کروڑ کے گاؤں میں، جو دیپال کے علاقہ میں تھا، ہوئی۔ یہ لیلۃ القدر تھی، جمعہ کی رات کو صبح کا وقت تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی والدہ کا دودھ عیدالفطر تک نہیں پیا اور ان دنوں میں روزے سے رہے۔

مخدوم شیخ بہاؤالدین کی والدہ محترمہ کا نام حضرت بی بی فاطمہ بنت شیخ عیسیٰ تھا۔ شیخ کو بعض کتابوں میں شیخ احمد اور شیخ محمد بھی لکھتے ہیں۔ بن شیخ عبداللطیف بن شیخ محمد بن شیخ

Marfat.com

عبداللہ احمد بن شیخ جعفر بن شیخ محمد احمد بن شیخ الاسلام قطب العالمی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر الحسنی والحسینی جیلانیؒ اور بعض لوگ گیلانی کہتے ہیں۔ یہ دونوں لفظ لقب سے متعلق ہیں۔ مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریاؒ شیخ عیسیٰ کے نواسے تھے اور ہمارے شیخ حسب نسب کے اعتبار سے عرب کے رؤساء سادات اور اشراف میں سے تھے۔

اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے قریشیوں میں سے تھے اور قریشی ہونے کے ناطے ان کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، پھر قصی ابن کلاب سے جا ملتا ہے اور قصی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد ہیں۔ قصی کے فرزندوں میں سے عبد مناف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں اوپر کے سلسلے میں۔ ہمارے مشائخ کرام سے عبدالعزیٰ تک بیس پشتیں ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصی تک پانچ پشتیں۔ القاب کے سلسلے میں ہماری بیان کردہ توجیہ مناسب ہے، میں نے حضرت شیخ صدرالدین کا لکھا ہوا ایک مکتوب دیکھا جس میں انہوں نے شیخ بہاؤالدین کے نسب کو یوں بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا بن شیخ محمد غوث بن شیخ ابوبکر بن شیخ جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن شمس الدین محمد بن الحسن بن ھبار۔

ھبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مسلمان ہوئے۔ اس بات کا تذکرہ ابواقدی نے اپنی مغازی میں کیا ہے۔ ھبار کا نسب نامہ اس طرح ہے:

ھبار بن اسد بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب جو تینتیس پشتوں کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ تک جا پہنچتا ہے اور آٹھ پشتوں سے حضرت نوح علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دس واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے۔ مجموعی طور پر چھیاسٹھ پشتیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب نامہ یہ ہے:

Marfat.com

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف، بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب ہے۔ یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تک پہنچتا ہے۔ ان کا نسب نامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور نبی کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے نسب نامے سے جاملتا ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ جن کی کنیت ابوالحسنین ہے، ان تمام حضرات کا نسب رسول کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے اور یہ سب حضرات قریشی ہیں اور ان سب کے جدِ امجد کعب بن لوی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسب کے لحاظ سے سب سے قریب حضرت عثمانؓ ہیں، پھر حضرت ابوبکرؓ کا نام آتا ہے۔ بعدازاں حضرت عمرؓ ہیں اور حضرت علیؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمزاد ہیں اور تمام قریش خضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ قصی اور نفر کے درمیان سات پشتیں ہیں۔ کنانہ کے بیٹے نفر کو قریش کہا گیا، یہ نسبت اس پر لاگو ہوتی ہے۔ وہ پہلا شخص تھا جسے قریش کا نام دیا گیا تھا۔ یہ بات ''المغرب'' نامی کتاب میں لکھی ہوئی ہے، قریش اسم تصغیر ہے۔

قریش سمندر کا ایک عظیم الجثہ جانور ہے جو کشتیوں سے اٹھکیلیاں کرتا ہے اور اسے آتشیں اسلحے کے بغیر مارنا ناممکن ہے۔

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا، قریش کو قریش کا نام کیوں دیا گیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جواب دیا، قریش نامی جانور کی وجہ سے کیونکہ وہ سب جانوروں کو کھا جاتا ہے، اسے کوئی جانور نہیں کھا سکتا۔ وہ سب جانوروں پر غالب رہتا ہے اور کوئی اُسے مغلوب نہیں کرسکتا۔ شماخ کا شعر ہے:

قریشی لھی التی تسکن البعر
بھاسمت قریش قریشاً

Marfat.com

اردو ترجمہ:

قریش وہ جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اور اس جانور (کی طاقت کے حوالے) سے قریش کو قریش کہا گیا۔ یہاں تصفیر بزرگی کو ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے اور یہی بتایا جاتا ہے کہ قریش کا لفظ قرش سے نکلا ہے جس کا معنی کسب و آموزش ہے کیونکہ اہل قریش اپنی تجارتی ساکھ، مختلف ملکوں میں کاروباری محرک اور مال تجارت میں تیزی کا رجحان پیدا کرنے کے لحاظ سے بہت کسب کرنے والے تھے اور قریش جمع ہے۔

فہر کی اولاد میں سے مختلف خاندانوں کو ایک ہی شاخ میں جمع کرنے کی وجہ لفظ قرش کا اطلاق کیا گیا۔ باب تفصیل کے وزن پر تفرش کا لفظ جمع کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ قریش پر اس کا اطلاق اس لیے کیا گیا، کتاب مفصل کی شرح موالید میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ ابن فارس کی کتاب المجمل میں اس لفظ کی تشریح یوں کی گئی ہے۔ قریش سمندری جانور ہے جو سمندر کے تمام جانوروں پر غلبہ رکھتا ہے۔ ہمارے مشائخ قریشی ملتانی سہروردی ہیں جو سلسلہ بیعت کو جمع کرنے میں کعب کی اولاد ہیں۔

محمد بن زکریا ارادت کے ساتھ اپنے والد ماجد کے پاس رہے اور ان کا سجادہ آپ کو ملا۔ وہ ابا بکر کے ساتھ، ابا بکر علی کے ساتھ، علی ابن محمد وابن الحسین کے ساتھ، وہ شیخ شبلیؒ کے ساتھ، شبلیؒ حسن بصریؒ کے ساتھ اور حسن بصریؒ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ رہے اور حضرت علیؓ حضرت رسالت پناہؐ کے ساتھ رہے اور یہ سجادہ دونوں جانب سے ملتا ہوا ہمارے شیخ کے خاندان اور سلسلے کو نصیب ہوا۔

(۱) بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ بہاؤالدین زکریا کے والد ماجد قرآن مجید پڑھتے تھے تو آپ اپنی والدہ کا دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے اور ساری توجہ کے ساتھ کان اس آواز پر دھرتے تھے۔ جب آپ سات سال کے ہوگئے تو سارے قرآن حکیم کو تمام قرأتوں اور مکمل وجوہات قرآن کے ساتھ قاریوں کی طرح پڑھتے تھے۔

Marfat.com

اس کے بعد ۴۰ سال تک آپ نے مدرسہ عالم میں تمام علوم ظاہری و باطنی کا مطالعہ کیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس دو ہزار کتابیں جمع ہوگئیں۔

آپ نے ٦٦٦ ماہر اساتذہ سے کہ جو اطراف عالم و اکناف ارضی و آفاق اور شہروں میں علم ظاہر و باطن میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی متابعت اور شریعت کی متابعت میں مشہور تھے۔ علم حاصل کیا اور یہ علوم ظاہری اس طرح سیکھے، بعد میں بیس سال تک آپ نے مجاہدہ کی ریاضت اختیار کی۔

(۲) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے مخدوم شیخ بہاؤالدینؒ سے پوچھا کہ آپ اپنے مجاہدے کی کہانی مجھے بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: مجاہدے کے بارے میں بیان کرنا زبان کے بس کی بات نہیں، لیکن مبتدیوں کے کمینے مجاہدے سے تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ اس فقیر نے مکمل بیس سال تک تھوڑے سے پانی اور معمولی سے کھانے کے ساتھ روزہ افطار کیا۔ یہ مجاہدہ کمینہ ہے، اس کے بعد دس سال تک میں نے مجاہدہ مردانہ کیا کہ میں نے ہر رات ایک یا دو گائیں موٹی تازی بغیر کھال کے ان کی ہڈیوں اور پچھلے حصے کے خون کے علاوہ بہت سا میدہ اور اڑھائی کلو گھی ان کے گوشت میں ڈال کر کھایا اور دس سال تک انسانی حاجت روائی کا تکلف بھی نہیں کیا۔

میں نے جو کھایا سب تندور میں ڈال دیا۔ سب کچھ جل گیا، حتیٰ کہ تندور میں موجود لکڑی بھی جل کر خاکستر ہوگئی اور کچھ باقی نہ بچا۔ میں اسی طرح رہا، جو کوئی بھی محبت کی آگ میں جل جائے گا کچھ ظاہر نہ ہوگا۔ لیکن اُسے عبادت کی استقامت حاصل ہوگی۔ پہلا مجاہدہ نور کھانے کا ہے اور وہ نور حضوری سے حاصل ہوتا ہے کہ نہ پہلے اور نہ بعد میں اس کا کوئی تقاضا ہوتا ہے۔ احتیاط کے طور پر وضو کرتا تھا۔ یوں انسانی حاجت کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ میں نے یہ کمینہ مجاہدہ

Marfat.com

تمہارے سامنے بیان کیا۔ اس سے بھی بڑے مجاہدے ہیں کہ انہیں سن کر سننے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ پھر میں نے کعبۃ اللہ کی نیت سے سفر کیا اور جو قدم بھی میں نے رکھا، پہلے اللہ کے شکرانے کے دو نفل ادا کئے پھر دوسرا قدم رکھا۔

بیان کرتے ہیں۔ مجاہدہ کیا ہے؟

شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا: مجاہدہ وہ ہے کہ جو کچھ بھی نفس آرزو کرے بیس سال تک اس کی وہ آرزو پوری نہ کی جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تیس سال ہونے کو ہیں، مبتدیوں کے کمینے مجاہدے کو جس کو میں نے تمہارے سامنے بیان کیا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ابھی تک میں نے کچھ نہیں کیا۔

کیونکہ مبتدیوں کے نزدیک یہ ہیچ در ہیچ ہے کہ انہوں نے ستّر سال تک نفس کو پانی اور کھانا نہیں دیا ہے اور نفس کو عذاب میں ڈالا ہوا ہے اور میں نے یہ ظاہری مشقت خداوند کعبہ کے احترام کی محبت میں مجاہدہ کے لیے کی۔ حتیٰ کہ میں کعبۃ اللہ پہنچ گیا۔ میں نے حج ادا کیا۔ عرفات میں مَیں نے عظیم خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور تین سال تک ان کی خدمت میں رہا اور علم، تعلیم اور وراثت کے بارے میں ان سے استفادہ کیا۔

پھر نیا احرام باندھ کر حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ منورہ اور ریاض مطہرہ کی زیارت کی اور تین سال تک ظاہر و باطن کے مشاہدے میں مگن رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سلطان العارفین و امام المحبوبین، قطب العالمین غوث الثقلین شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا، پھر میں نیا احرام باندھ کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

Marfat.com

(۴) سید جلال الدین بخاریؒ اپنے ملفوظات میں بیان کرتے ہیں:

کہ میں اور میرے مرشد شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ایک جگہ اکٹھے تھے کہ سلوک کی بات درمیان میں آ گئی۔ شیخ بہاؤالدین نے کہنا شروع کیا کہ جب میں سمرقند میں مسافر تھا، وہاں سمرقند سے باہر ایک غار تھا۔ میں نے اس غار میں ایک دیوانے کو دیکھا جو واصلان حق تعالیٰ میں سے تھا لیکن دریائے محبت الٰہی میں غرق تھا۔ میں دو سال تک اس کی خدمت میں رہا، جب وہ بزرگوار عالم شہود میں آئے میں نے اپنا سر زمین پر رکھا۔

انہوں نے فرمایا:

سر اُٹھاؤ کہ خوب آئے اور تم نے بہت رنج اُٹھائے لیکن درویشوں کی خدمت دونوں جہاں کی سعادت ہے۔

پھر فرمایا:

اے بہاؤالدین سنو!

آج تقریباً تیس سال ہونے کو آئے ہیں کہ یہ درویش تجلی کے سمندر میں غرق ہے اور حال اور آئندہ کی خبر نہیں رکھتا۔

لیکن آج دوست کے فرمان کے تحت تمہارے لیے اس دنیا میں واپس لوٹا ہوں اور تم سے ہمکلام ہوں، لیکن اے عزیز! جان لو کہ درویش کے لیے کوئی رات مخلوق کے نزدیک ہوتا ہے اسی قدر حق سے دور ہوتا ہے۔ اس نے یہ کہا اور اپنا مصلا میری طرف پھینک دیا۔ وہ زمین سے اُٹھا اور سونے کے کچھ دینار مجھے دے کر کہنے لگا: تم نے لمبے سفر پر جانا ہے، یہ زادِ راہ ہے۔ اسے مصرف میں لانا ہے۔ اس نے یہ کہا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گیا، میں واپس ہوا اور پھر بغداد پہنچا۔

وہاں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا

Marfat.com

سرزمین پر رکھا۔ انہوں نے فرمایا: خوش آمدید! خوب آئے۔ ''اے دونوں جہانوں کے نیکوکار'' میں نے پھر اپنا سر زمین پر رکھا۔ انہوں نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا اور سلوک کے بارے میں بات شروع ہوگئی۔

شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ میں نے شیخ ابوالنجیب الدین کبریٰ سہروردی کی خدمت میں تھا اور شیخ نے مجھے اپنی خلوت میں جگہ دے رکھی تھی۔ میں وہیں پر تھا کہ اچانک ایک رات ایک شخص جس کی داڑھی سفید تھی۔ اہل صفا کے کپڑوں میں جو پاکیزہ اور خوشبو سے اٹے ہوئے تھے، ظاہر ہوا۔ یہ شخص بوڑھا تھا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اس نے مجھے کہا: ''اے شہاب الدین! اندر جا کر شیخ الاسلام ابوالنجیب الدین کبریٰؒ کو ادب سے میرا اسلام کہو اور کہنا: کہ عظیم خضر علیہ السلام آپ کی ملاقات کو آیا ہے۔''

شیخ شہاب الدین کہتے ہیں میں اسی طرح اندر چلا گیا اور سلام پہنچایا۔ شیخ نے کوئی توجہ نہ کی اور میں باہر آ گیا۔ خضر علیہ السلام نے دوسری بار پھر مجھے اندر بھیجا۔ میں نے جا کر سلام پہنچایا۔ شیخ نجیب الدین نے کوئی توجہ نہ کی حتیٰ کے صبح صادق ہوگئی۔ خضر علیہ السلام نے الوداع کیا اور مجھے کہا کہ ہمارا سلام بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ شیخ نجیب الدین کو پہنچا دینا اور کہنا کہ خضر علیہ السلام بڑی آرزو کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا تھا، اب وہ چلا گیا ہے۔

پھر میں نے شیخ کو ان کا سلام پہنچایا۔ شیخ نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یا شیخ! میں تین بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خضر علیہ السلام تمام رات آپ کی خلوت کدہ کے دروازے پر کھڑے رہے، آپ نے کوئی توجہ نہ کی جبکہ وہ نبی ہیں اور تمام اولیاء اور عاشقوں کے سلطان ہیں۔ انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے بیٹے!

یہ اچھی بات نہیں ہے کہ کوئی خداوند مالک الملک کی ملاقات اور مشاہدے میں مشغول ہو اور منہ پھیر کر بندوں کی طرف توجہ کرے اور بندوں سے باتیں کرے۔ یہ اچھی بات نہیں، لوگ جتنا مخلوق کے نزدیک ہوتے ہیں اسی قدر خالق سے دور ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اے بیٹے!

میں اس وقت عالم تجلی میں متفرق تھا اور جہانوں کے رب کی مناجات میں مشغول تھا اور یہ اچھی بات نہیں ہے کہ جہانوں کے رب کے مشاہدے سے ہٹ کر بندوں کے مشاہدے، لڑائی جھگڑوں یا بات چیت میں مشغول ہو جائے۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ نے کہنا شروع کیا کہ اے بہاؤالدین خوب آئے۔

دس سال ختم ہو گئے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ الاسراہی کی رات کے قریب مجھے معراج پر لے جایا گیا۔ اس رات میں نے عرش کے نیچے قدسیوں، ملائکہ اور حاملان عرش کو دیکھا کہ ایک آدمی قمیص اور ٹوپی کو سر پر رکھے رقص کر رہا ہے۔ میں نے اس کی آواز سنی کہ اس آواز سے اللہ کا ذکر سنائی دیتا ہے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

جبرائیل علیہ السلام کچھ نہ بولے تاکہ مجھے حضرت ذوالجلال وقادر کی طرف سے دلیل حاصل ہو۔ ندا آئی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ قمیص اور ٹولی میرے ایک خاص بندے کی ہے جو تیرا اُمتی ہوگا۔ آخر زمان پیدا ہوگا اور یہ اس کا لباس ہے اور اس کی روح کئی ہزار سالوں سے اس پیراہن میں ہے کہ روز میثاق الست کی آواز سننے سے محبتِ الٰہی میں متفرق ہوئی اور اب تک اس کی روح اس ذکر میں غرق ہے۔

اس کا نام شیخ بہاؤالدین زکریا ہے۔ مجھے تیرا یہ نشان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے مجاہدہ، توفیق الٰہی اور بے انتہا ریاضتِ سلوک سے چراغ کا تیل اکٹھا کیا اور مہیا کیا ہے اور اس چراغ میں اسے ذوالجلال کے کرم، انبیاء کی سنت اور واجبات اور خدائے عظیم کے فرائض کے فضل

Marfat.com

کے تحت رکھا ہے اوراس چراغ کی بتی میری شفاعت اور محبت اور ظاہری و باطنی طریق کے احیاء سے متعلق ہوگی۔

اب وہ روشنی جو پاکیزہ ہے، مرشد کے اراشاد سے شعلہ ور ہوگی تا کہ اس کی شعاعیں خداتعالیٰ کے بندوں کی دنیا، اصفیا اور موجدان کے آسمان کے اُفق اور زمین کے خزانوں پر پھیلے۔ اب تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ۔ اس کے بعد شیخ شہاب الدین نے فرمایا کہ میں شیخ نجیب الدین کبریٰ کی خدمت میں تھا، وہ دن کہ جس دن مجھے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ اسی دن اپنا چہرہ میری طرف کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ خرقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور فرمایا:

سراُٹھا کر دیکھو۔ جب میں نے سراوپر اُٹھایا تو میں نے عرش کو دیکھا اور عرش کے پاس ستّر خرقے لٹکے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے شہاب الدین! ان ستّر خرقوں میں سے ایک خرقہ ہم نے تجھے دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوندمتعال کی طرف سے مجھے پہنایا ہے اور عطا ہوا ہے باقی تمام خرقے تمہارے تصرف میں آئیں گے۔ بعد میں شیخ الشیوخ العالم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: آج رات خلوت رکھنا، جو کچھ تم دیکھو، بتانا۔

میں نے شیخ کے فرمان کے تحت خلوت اختیار کی۔ آدھی رات گزری تھی کہ میں نے شیخ کو دیکھا کہ عرش کے نزدیک کھڑے تسبیح کررہے ہیں۔ یہ دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ میں بھی عرش کی جگہ کے گرد کھڑا ہوں۔ حتیٰ کہ شیخ نے مجھے فرمایا: اے بہاؤالدین آؤ۔

میں قریب گیا۔ شیخ الشیوخ نے ان ستّر خرقوں میں سے ایک مجھے پہنایا اور ٹوپی میرے سر پر رکھ دی۔ میں ان عظیم تجلیات اور بڑے عطیات کی ہیبت سے بیدا ہوگیا۔ میں اپنے حجرے سے باہر نکلا اور وہ ٹوپی بھی اسی طرح میرے سر پر تھی کہ خادم آیا اور بولا کہ شیخ

Marfat.com

الشیوخ تمہیں بلا رہے ہیں۔ جب میں شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے فرمایا:

دائیں طرف دیکھو، پھر ایک ہاتھ پیدا ہوا اور اس ہاتھ میں ایک خرقہ تھا۔ انہوں نے کہا: اے بہاؤالدین! اس خرقے کو پکڑ لو اور یہ دست مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے اور یہ خرقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاص طور پر تجھے عطا کیا۔ یہ رات کو دیا جانے والا خرقہ جو خداوند متعال کی طرف سے تجھے ملا ہے، عظیم عطیہ اور بڑا کرم ہے اور شیخ الشیوخ نے خرقہ مبارک کھول کر اس فقیر کے سر پر رکھا اور فرمایا: عظمت، رحمت اور برکت کے یہ تینوں خرقے اپنے سر پر رکھ لو۔ یہ خرقے اس ترتیب کے ساتھ کسی مشائخ تک نہیں پہنچے ہیں اور وہ سجادہ کہ جس مصلا پر شیخ الشیوخ ستر سال تک عبادت حق میں مشغول رہے تھے اور وہ خرقہ جو مشائخ کے سلسلوں میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' سے پہنچا تھا، اُسے شیخ الشیوخ نے شیخ بہاؤالدین کو عطا فرمایا۔

اس کے بعد شیخ الشیوخ کے سب ساتھی اور دیگر مرید جن کی تعداد ایک ہزار ایک سو تھی اور وہ سب کے سب اعلیٰ درجہ کے عارف، عاشق، محبّ اور زاہد تھے، رشک کرنے لگے۔ اور وہ کہتے تھے کہ عجیب بات ہے کہ ایک ہندوستان فقیر آیا اور ایک دن اور رات بھی نہیں گزری ہے کہ اُسے خرقہ وسجادہ عطا ہوا، اور ہم میں سے کوئی دس سال سے، کوئی بیس سال، تیس سال اور کوئی چالیس سال سے مجاہدہ اور ریاضت کر رہا ہے اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں مصروف ہے لیکن شیخ نے کسی طرف توجہ نہ کی۔ اس ہندوستانی نے کیا کیا کہ اس ایک ہی دن میں یہ دولت اور نعمت پا گیا۔

شیخ الشیوخ العالم اس ماجرا سے مطلع ہوئے تو انہوں نے سب ساتھیوں اور مریدوں کو بلایا اور پھر ہر ایک کو ایک ایک کبوتر دیا اور کہا، جاؤ اور اپنے اپنے کبوتر کو اس جگہ ذبح کرو کہ وہاں کوئی تمہیں نہ دیکھے۔ سب چلے گئے اور انہوں نے اپنے اپنے کبوتر

Marfat.com

کو مکان کے اندر دیوار کی اوٹ میں ذبح کیا اور لے آئے لیکن شیخ بہاؤالدین نے اپنے کبوتر کو ذبح نہ کیا بلکہ اسی طرح زندہ لے آئے۔ سب لوگوں نے شیخ بہاؤالدین پر دیوانگی کی تہمت لگائی کہ یہ ہندوستانی کچھ بھی نہیں جانتا کہ کبوتر کو ذبح کیے بغیر لے آیا۔

پھر شیخ نے فرمایا:

اے بہاؤالدین! یہ سب ذبح کر کے لے آئے لیکن تم نے کیوں ذبح نہیں کیا اور زندہ لے آئے۔ شیخ بہاؤالدین نے سلام عرض کیا اور کہا کہ آپ نے خود اپنی زبان سے فرمایا تھا کہ وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے۔ میں جہاں بھی گیا میں نے کوئی جگہ خدا سے پوشیدہ نہ دیکھی اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر تھا۔ کیا کروں، اسی طرح زندہ لے آیا ہوں۔ میں نے آپ کے حکم مبارک پر عمل کیا۔ شیخ نے اس بات پر آفرین کہی اور سب ساتھیوں کو بتایا۔

چند دنوں کے بعد شیخ الشیوخ نے اپنے تمام اصحاب کو فرمایا کہ جاؤ اور صحرا سے نماز کے لیے نیچے بچھانے کے لیے گھاس خانقاہ میں لے آؤ۔ سب اصحاب گئے اور سبز گھاس اُکھاڑ کر سر پر رکھ کر لے آئے۔ شیخ بہاؤالدین سوکھی گھاس سر پر رکھ لے آئے۔ سب اصحاب نے آپ کا مذاق اُڑایا اور کہنے لگے کہ تم نے یہ کیا کیا، اچھی سبز گھاس کیوں نہ لائے جس طرح باقی اصحاب لائے اور یہ سوکھی گھاس لے کے آئے۔

شیخ بہاؤالدین نے جواب دیا کہ یا حضرت جب میں نے نظر ڈالی تو دیکھا کہ جتنی بھی سرسبز گھاس ہے وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے، ان کا یہ ذکر مانع ہوا کہ انہیں اُکھاڑتا اور یہ خشک گھاس سر پر لے کر آیا کہ یہ ذکر الٰہی سے فارغ ہو چکی تھی اور یہ خانقاہ کی سجدہ گاہ کے لائق بھی ہو چکی تھی۔ اس کو اُکھاڑ کر سر پر رکھ کر لے آیا ہوں۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا: اے اصحاب! اس ہندوستانی درویش پر رشک نہ کرو کہ یہ اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ چکا ہے اور تم اس درجہ پر نہیں پہنچے ہو۔ تمہاری انتہاء اس کی ابتداء ہے۔

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ شیخ الشیوخ العالم نے فرمایا: اے بہاؤالدین! تم نے میرے بھائی جلال الدین تبریزی کو دیکھا؟ شیخ بہاؤالدین نے کہا: ہاں۔ شیخ ابوسعید کو بھی دیکھا؟ شیخ بہاؤالدین نے کہا: دیکھا۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا: اے بہاؤالدین چوہتر سال ہو گئے ہیں کہ وہ دونوں ہر دوراتوں میں ایک کھجور سے روزہ افطار کرتے ہیں اور ہر رات ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں اور میرے سفر کی بابت ان سے جا کر پوچھنا تاکہ عبرت حاصل ہو۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ میں چلا گیا اور میں نے جو قدم بھی ان کی طرف اُٹھایا دو نفل ادا کیے۔ حتیٰ کہ پانچویں سال میں ان کی خدمت میں جا پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں غار کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں اور ذکر حق میں مشغول ہیں اور عالم حیرت میں ہیں۔ جب میں پہنچا، میں نے سلام عرض کیا۔ وہ بولے: اے مولانا بہاؤالدین! آجاؤ۔ دونوں نے اپنا مصلا میری طرف پھینکا اور کہنے لگے کہ یہ برکت تجھے حاصل ہوگئی ہے کہ ہم نے چوہتر سال عبادت الٰہی کی اور کبھی نہ سوئے نہ آرام کیا اور ایک گھنٹہ بھی ذکرِ الٰہی سے فارغ نہ رہے۔ دن کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کرتے تھے اور رات کو آدھی کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے۔ ہم نے آج یہ دولت تجھ پر نازل کی۔

اور اسے تیرے لائق سمجھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے۔ پھر انھوں نے اپنی چٹائی کے نیچے سے ایک خربوزہ کھینچ کر مجھے دیا اور کہا کہ کھالو کہ اس خربوزے کو تین سال ہو گئے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے اور ان تین سالوں میں ہم تمہارے انتظار کی راہ تک رہے تھے۔ اب وہ امانت صحیح سلامت تم تک پہنچ گئی ہے۔ اور کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خربوزہ دیتے وقت فرمایا تھا کہ یہ خربوزہ حضرت جبرائیلؑ امین نے دیا ہے اور جنت الفردوس سے آیا ہے اور اُسے حضرت جل جلالہٗ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امانت خداوند تعالیٰ نے

Marfat.com

تمہارے لیے بھیجی ہے۔ کھاؤ۔ جب میں نے خربوزے کو کھایا تو تمام بشری پردے اور عنصری حجاب جو موجود تھے، ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایسی رقت پیدا ہوئی کہ عرش کی انتہا سے لے کر زمین کے نیچے تک کوئی کدورت اور پردہ نہ رہا اور سب علوم روشن ہو گئے۔ قرآن حکیم سے لے کر روز الست تک۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ سلوک کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمایئے۔ دونوں نے کہا شیخ الشیوخ والی ماچین کی حکایت سنو۔

چونکہ ان چچا شیخ نجیب الدین عمر سہروردی کبریٰ مصلیٰ سجادہ کے راستے بغداد کے مشائخ کی خلافت کو پہنچے تو شیخ الشیوخ والی ماچین نے جب یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی سے سنی تو بادشاہت چھوڑ دی۔ ملک کو بھی چھوڑ دیا اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ بٹھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں آ کر بیس سال تک عبادت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور ان بیس سالوں میں انہوں نے نہ رات کو نیند پوری کی اور نہ دن میں آرام کیا اور ہر رات دو رکعت میں تمام قرآن حکیم ختم کیا۔ دن کو روزہ رکھتے اور ہر رات پان کے دو پتوں سے روزہ افطار کرتے۔

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خرقہ اپنے مبارک سر سے اُتار کر شیخ الشیوخ کو دیا اور فرمایا اس خرقے کو پہن لو اور جو کوئی بھی اس خرقے کو پہنے گا خداوند کریم اُسے دس کرامتیں عطا فرمائے گا۔

۱۔ اسے کشف حاصل ہو گا اور تمام حجاب اُٹھ جائیں گے۔

۲۔ خرقہ پہننے والا میرا دوست ہو گا۔

۳۔ حکمت کے آثار اس کے دل اور زبان سے جاری ہوں گے۔

۴۔ جو کوئی اس کے تابع دوستی اور ساتھی اس کا میں ضامن ہوں گا۔

۵۔ وہ لوح محفوظ کے علم کا مطالعہ کرے گا۔

۶۔ اُسے عرش سے فرش تک کشف حاصل ہو گا۔

Marfat.com

۷۔ اس پر عارفوں کا مقام اور منزلیں روشن ہوں گی۔

۸۔ اس کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہوگا۔

۹۔ علم ورایت اس پر عیاں ہوگا۔

۱۰۔ مشاہدے، محو اور تزکیہ کی حالت کا شکر سب اُسے حاصل ہوگا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خرقہ کی برکت سے اسے اسرار معلوم ہوں گے۔

پھر شیخ بہاؤالدین نے ان کو الوداع کہا اور شیخ الشیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ میں نے تجھے خدا تعالیٰ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ میں اس خرقہ کو خدا کی اجازت کے بغیر نہیں دیتا ہوں۔

بیان کرتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا ایک پہلو سو رہے تھے اور دوسرا پہلو قبر میں رکھا ہوا تھا۔ رحلت کے وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔ آپ ہر رات اور دن میں تین بار قرآن حکیم ختم فرماتے تھے اور ساری عمر اس فرض کو لازم سمجھتے تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں صوف پہننے کی بات چل رہی تھی تو آپ نے فرمایا کہ جب درویش صوف یا کمبل پہنتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ تنہائی حاصل کرے اور اہل دنیا اس کے متعلقات سے اجتناب برتے اور دولت مندوں کی صحبت سے رشتہ توڑ لے، پھر فرمایا جان لو کہ وہ درویش ہے اور کمبل پہننا اس کا حق ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں ملتان میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہاتھ چومنے کی بات درمیان میں آگئی۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف حجاج کو اس کی موت کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا معرض ہلاکت میں تھا لیکن اُمید کے ساتھ بخشش ہوئی اور معاف

Marfat.com

کردیا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا عمل اور کون سی نیکی تھی کہ جس کے تم امیدوار تھے، اس نے کہا ایک دن حسن بصریؒ کی مجلس میں مَیں نے ان کا ہاتھ چوما تھا اور اس کے بدلے مغفرت نصیب ہوئی۔ پس جو کوئی بزرگوں کے ہاتھ چومتا ہے اُمید ہے کہ وہ بخشا جائے گا۔

شیخ جلال الدین بخاری بیان کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے علم عطا کیا اور شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریاؒ کے ملفوظات میں بھی ذکر کیا ہے اور اس نسخے میں بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ کے سب مرید آتش دوزخ سے روز میثاق سے خلاصی پا چکے ہیں۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ چوالیس کروڑ چوراسی لاکھ ننانوے ہزار مریدوں کی ضمانت میرے ذمہ ہے اور خدائے تعالیٰ نے انہیں مجھے بخشا ہے اور روزِ قیامت تک ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری خانقاہ میں میری قبر کی زیارت کے لیے آئے گا یا ہمارے خلفاء اور ہماری اولاد کے حضور آتا ہے یا دو مسلمانوں کے سامنے شہادت پیش کرتا ہے اور ہماری ارادت اور بیعت کو قبول کرتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اور اپنے آپ کو ہمارا مرید کہے، ان سب کو رب العزت نے مجھے بخشا ہے اور یہ عہد ازل سے بندھا ہوا ہے اور ہمارے مریدوں میں سے:

۷۵،۰۰۰	پچھتر ہزار غوث ہیں۔
۹۹،۰۰۰	ننانوے ہزار قطب ہیں۔
۱،۴۰،۰۰۰	ایک لاکھ چالیس ہزار عمدہ ہیں۔
۱،۱۰،۰۰۰	ایک لاکھ دس ہزار مرشد ہیں۔
۱،۲۰،۰۰۰	ایک لاکھ بیس ہزار اخیار ہیں۔
۱،۳۰،۰۰۰	ایک لاکھ تیس ہزار نقبا ہیں۔
۱۴،۰۰۰	چودہ ہزار نجبا ہیں۔
۱،۵۰،۰۰۰	ایک لاکھ پچاس ہزار اوتاد ہیں۔

Marfat.com

۱،۸۰،۰۰۰	ایک لاکھ اسّی ہزار ابدال ہیں۔
۱،۵۰،۰۰۰	ایک لاکھ پچاس ہزار زاہد ہیں۔
۱،۸۰،۰۰۰	ایک لاکھ اسّی ہزار عارف ہیں۔
۱،۹۰،۰۰۰	ایک لاکھ نوے ہزار ناظر ہیں۔
۲،۱۰،۰۰۰	دو لاکھ دس ہزار مراد ہیں۔
۲،۲۰،۰۰۰	دو لاکھ بیس ہزار سالک ہیں۔
۲۴،۰۰۰	چوبیس ہزار داعی ہیں۔
۲،۵۰،۰۰۰	دو لاکھ پچاس ہزار وجدی ہیں۔
۲،۸۰،۰۰۰	دو لاکھ اسّی ہزار صابر ہیں۔
۲،۹۰۰۰۰	دو لاکھ نوے ہزار خایف ہیں۔
۲،۹۰،۰۰۰	دو لاکھ نوے ہزار ثابت ہیں۔
۳،۱۰،۰۰۰	تین لاکھ دس ہزار متحیر ہیں۔

اور انہوں نے عالم حیرت میں غوطہ لگا رکھا ہے اور چار لاکھ دانشمند اہل فتویٰ ہیں اور باقی عام مریدین جو اس سلسلہ میں داخل ہیں، میں روزِ قیامت تک ان کا ضامن ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں روزِ قیامت بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو میری حمایت میں اور میرے زیرِ سایہ پہنچایا ہے روزِ حشر تک کے لیے۔

مختصر ملفوظات

حضرت شیخ مُریدالدین گنج شکر:

شیخ مُریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرا بھائی شیخ بہاؤالحق زکریاؒ بخارا کے شہر میں ایک جگہ اکٹھے تھے۔ یہ علماء کی مجلس تھی۔ گفتگو کے دوران ہاتھ چومنے کی بات درمیان میں آ گئی۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ شیخ شہاب سہروردی کی عادت تھی

Marfat.com

کہ جب بھی کسی مجلس یا جماعت کے پاس سے گزرتے جب تک لوگوں کے ہاتھ کو بوسہ نہ دیتے، وہاں سے نہ جاتے اور دعائے خیر طلب کرتے۔ پھر فرمایا کہ جب لوگ فارغ ہو جائیں تو ایک دوسرے کے ہاتھ چومیں، دین و دنیا کی بھلائی کے لیے۔ شیخ مُریدالدین گنج شکرؒ بیان فرماتے ہیں کہ ملتان میں ایک نوجوان فوت ہوا جو بہت زیادہ فاسق تھا۔ وفات کے بعد لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا مجھے بخش دیا۔ لوگوں نے پوچھا تمہاری بخشش کا سبب کیا تھا؟ اس نے کہا: ایک دن شیخ بہاؤالدین راستے پر چل رہے تھے، میں نے ان کا ہاتھ چوما اور ان کے ہاتھ چومنے کی برکت سے خدائے عزوجل نے مجھے بخش دیا۔

شیخ مُریدالدین گنج شکرؒ بیان فرماتے ہیں کہ میرے بھائی شیخ بہاؤالدین کی یہ عادت تھی کہ جو کوئی بھی مرجاتا وہ اس کے جنازے کے پیچھے چلتے اور جب اس شخص کو دفن کردیا جاتا وہ کچھ دیر اس کی قبر پر بیٹھتے اور کچھ پڑھتے پھر واپس لوٹتے۔ الغرض شیخ کا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا۔ حضرت شیخ اپنی قدیم عادت کے تحت اس کے جنازے کے پیچھے چلے۔ جب اسے دفن کردیا حضرت شیخ اس کی قبر پر بیٹھ گئے۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو آپ نے اپنا دست مبارک اپنے چہرے پر پھیرا اور الحمدللہ کہا۔

ان کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے اس بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت جب اس درویش کو دفن کیا گیا، منکر نکیر آکر واپس چلے گئے اور آگ نے قبر کو گھیر لیا تاکہ اُسے جلادے۔ اس درویش نے شیخ جلال الدین کو پکارا۔ وہ آگئے اور درمیان میں کھڑے ہوکر انہوں نے آواز لگائی کہ اے آگ! دور ہوجا، یہ میرا مرید ہے۔ آواز آئی کہ اے جلال الدین! ایسا بھی ہے جیسا تم کہتے ہو تو یہ تمہارا مرید ہے لیکن اس نے تمہاری تعلیمات کے خلاف عمل کیا ہے۔ اسے چھوڑ دو تاکہ آگ اسے جلادے۔ شیخ جلال الدین نے کہا: الٰہی اگرچہ یہ میرے حکم کے خلاف چلا لیکن

Marfat.com

واضح طور پر کہتا تھا کہ شیخ جلال الدین کے مریدوں میں سے ہوں۔فرمان الٰہی جاری ہوا کہ اسے تمہاری خاطر میں نے بخش دیا۔ پھر شیخ بہاؤالدین خوب روئے اور فرمایا: ہاں بزرگوں سے رابطہ رکھنے کا صلہ یہی ہے۔اس کے بعد یہ شعر زبان مبارک پر جاری ہوا:

گر نیک زیم مرا از ایشان گیرند

در بد ہاشم مرا با ایشان بخشند

اُردو ترجمہ: اگر نیکوں کی طرح جیوں گا تو مجھے اُن کے ساتھ بخش دیں اور اگر میں بُرا ہوا تو ان کی وجہ سے بخش دیں گے۔

شیخ فریدالدین گنج شکر بیان فرماتے ہیں کہ جب قطب الدین بختیار کاکیؒ، جلال الدین تبریزیؒ اور شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کہیں اکٹھے ہوتے تو ہزرات بہاؤالدین نماز پڑھایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز میں دو قرآن مجید فرماتے تھے اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔

بیان فرماتے ہیں کہ انہی دنوں جب یہ تینوں بزرگوار ملتان میں اکٹھے تھے، منگولوں کے عظیم الشان لشکر نے ملتان پر چڑھائی کردی۔ شیخ بہاؤالدین نے کمان طلب کر کے اس پر تیر چڑھا کر قباچہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔منگولوں کے لشکر پر تیر پھینک دو۔ جب قباچہ نے وہ تیر اس لشکر کی طرف پھینک دیا تو تمام لشکر کو شکست ہوگئی اور منگولوں کے چالیس ہزار کے لشکر کے منہ سے خون جاری ہوگیا اور سب مر گئے۔ جب مُردوں کے سینوں کو چاک کیا گیا تو ہر ایک کے دل میں ایک تیر پیوست تھا اور اس زخم میں سے خون جاری تھا۔

مختصر ملفوظات

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ:

بیان فرماتے ہیں سلطان العارفین شیخ نظام الدین اولیاء کہ جب شیخ الاسلام شیخ

Marfat.com

بہاؤالدین زکریا شیخ الشیوخ العالم شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ وہ ان کی خدمت میں سترہ دن سے زیادہ نہ رہے اور انہوں نے ان سترہ روز میں مرشد کی نظر شفقت اور کشف وکرامت کے اشاروں سے عظیم نعمتیں، سجادہ اور خرقہ حاصل کیا۔ پھر آپ ہندوستان آگئے۔ پھر ارادہ کیا جائیں اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پاس آئے۔ شیخ جلال الدین نے کہا: یا شیخ بہاؤالدین، شیخ الشیوخ کا فرمان یہی ہے کہ واپس لوٹ جاؤ۔

اس کے بعد فرمایا کہ سترہ دن میں اتنی نعمتیں حاصل کرلیں کہ پرانے اصحاب کے مزاج متغیر ہوگئے اور وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کئی سال سے خدمت کررہے ہیں، ہمیں یہ نعمتیں حاصل نہ ہوئیں۔ ہندوستانی آیا اور چند دنوں میں شیخ ہونے، سجادہ حاصل کرنے کی اور دیگر بہت سی نعمتیں پا گیا۔ یہ بات شیخ الشیوخ تک پہنچی تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

تم گیلی لکڑیاں لے کر آئے تھے اور گیلی لکڑی دیر سے آگ پکڑتی ہے۔ وہ خشک لکڑیاں لایا تھا ایک ہی دفعہ آگ پکڑ گئیں۔ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ فرماتے ہیں پھر سترہ دن کے بعد شیخ الشیوخ سے رخصت ہوا۔ وقت رخصت حضرت شیخ کے ہاتھ میں ایک انار تھا، وہ انہوں نے مجھے عطا فرمایا۔ اس میں سے ایک دانہ زمین پر گر گیا، میں نے فوراً اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ شیخ نے کرم کرتے ہوئے فرمایا: اے بہاؤالدین زکریا! یہ دنیا تھی اور میں چاہتا تھا کہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، تم نے اُٹھالیا اور کھالیا۔ تم نے دین ودنیا دونوں حاصل کرلیے۔

بیان فرماتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رات حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو دو رکعت میں دوبار قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کسی نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ شیخ بہاؤالدین آگے بڑھے اور چار رکعت میں دو قرآن ختم فرمائے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھ کر نماز ختم کی۔

Marfat.com

بیان فرماتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے فرمایا کہ مجھے جو کچھ بھی ملا نماز سے ملا اور ہم نے اسے حاصل کیا۔ لیکن ایک چیز میں نہ کرسکا اور وہ یہ تھی جو مجھ تک پہنچی کہ فلاں بزرگ صبح سے طلوع آفتاب تک قرآن مجید ختم کرتے ہیں، لیکن میں جتنا چاہا نہ کرسکا۔

بیان فرماتے ہیں کہ میں شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں مشائخ عظام واولیائے نامدار کے مدرسہ میں تھا۔ ہر کوئی اپنی وسعت کے مطابق بات کررہا تھا کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس دن جب میں شکم مادر میں تھا اور میرے جسم میں روح پڑ چکی تھی، میں اس روز سے آج دن تک کی سب باتیں جانتا ہوں۔ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے فرمایا یہ رات بزرگوں کے لیے آسان ہے۔ میں نے پوچھا یا شیخ یہ کیسے! شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے فرمایا کہ روز میثاق عہد پروردگار، ''الست بربکم'' کے تحت ہوا تھا۔ میں اس دن سے جب سب روحوں نے خدا کے ساتھ یہ پیمان باندھا تھا، آج دن تک سب کچھ جانتا ہوں جیسا کہ اس مجلس میں کہا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے کئی بار فرمایا کہ ہر دروازے پر اور ہر شخص کے پاس مت جاؤ۔ ایک درواز پکڑو اور پکّا پکڑو۔

بر ھر دری مرو کہ زتو آبرو رود
یک در برو بگیر ولی استور گیر

اُردو ترجمہ:

ہر دروازے پر مت جاؤ کہ اس طرح تمہاری آبرو چلی جائے گی، ایک دروازہ اپنے لیے پکڑو لیکن مضبوطی سے پکڑو۔

بیان فرماتے ہیں کہ جب شیخ بہاؤالدین علمائے بخارا کے ساتھ مصروف بحث تھے۔ بات یہاں تک پہنچی کہ ولایت وہ ہے کہ ولی اللہ خانہ کعبہ کو اپنے بجائے دوسروں کو دکھائے۔ شیخ الاسلام نے جونہی یہ بات سنی فوراً اپنا سر مراقبے میں رکھا اور دیر کے بعد

Marfat.com

سر اُٹھاتے ہوئے فرمایا سامنے دیکھو۔

سب نے سامنے جو دیکھا تو کعبہ کو سامنے پایا۔ پھر وہ کہنے لگے یہ کامل شخص جو آیا ہے تو ہم نے کسی کو اس کا ہم پلہ نہیں پایا۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردیؒ ملتانی کے معروف مریدوں کے نام:

شیخ عثمان مروندیؒ المعروف لال شہباز قلندر

شیخ فخرالدین ابراہیم عراقی

شیخ حسن افغان

شیخ جلال الدین بخاریؒ

میر سادات حسینی لھرویؒ

روحانیت کا وہ آفتاب عالم تاب!

جو اُفق سے طلوع ہوا، اور اس کی ضیاء نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

وہ جس نے خانقاہوں کو ان کی چھنی ہوئی عزت بخشی اور شریعت وطریقت کے ماہ الامتیاز کو واضح کیا۔

وہ جس نے خود پرستی کے ان بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا، جنہوں نے شریعت اور طریقت کے درمیان دیوار کھڑی کر دی تھی اور خدا پرستوں کو خود پرستی کا بیمار بنا دیا تھا۔

وہ جس نے ملتان کے شاہی قلعہ میں بہت بڑی درس گاہ کی بنیاد رکھی جس میں نہ صرف شرعی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، بلکہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور اکنافِ عالم میں توحید کی شمعیں روشن کرنے کے لیے مبلغین کی جماعتیں تیار کی جاتی تھیں۔

Marfat.com

وہ جدِّ امجدِ اعظم!

جس کے خلفاء ہزاروں روپے کا سامان تجارت خرید کر سوداگروں کے بھیس میں انڈونیشیا، فلپائن اور چین تک کا سفر کرتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ وہاں کے عوام کو اسلام سے روشناس بھی کراتے تھے۔

وہ شیخ کامل جس کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اُس کی لونڈیاں چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن ختم کر کے اُٹھتی تھیں۔

وہ مُرشدِ ارشد جو مرید کرتے وقت اس امر کی بیعت لیتا تھا کہ وہ جو کسب کرتا ہے، اس میں بددیانتی نہیں کرے گا۔

☆ وہ خدایاد درویش! جس کے رُعب سے سلطان ناصر الدین قباچہ ترساں و لرزاں رہتا تھا۔

☆ وہ جس نے اسلامی تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔

☆ وہ جس نے فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا۔

☆ وہ جس نے قلب و روح کو نئی زندگی بخشی۔

عراقی اور حسینی جیسے اغواث و اقطاب کو مُرشد جسے رفیقِ اعلیٰ کو لبیک کہے نو صدیاں گزر چکی ہیں مگر اس کا مزار پُر انوار اب بھی مایوس دلوں کی اُمید گاہ ہے۔ ہزاروں ہاتھ صبح و شام فاتحہ کے لیے اُٹھتے ہیں اور قبہ ابیض قلعے کی بلندی سے شہر پُر نور بکھیرتا نظر آتا ہے۔

قُبّہ ابیض:

حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہ العزیز کا قبہ ابیض جنوبی ایشیاء کے قدیم ترین شہر ملتان میں واقع ہے۔ صدیاں بیت گئیں، ہزارہا خاندانوں نے امیری

Marfat.com

غریبی کی چادریں لپیٹیں، بڑے بڑے نامور سلاطین آئے اور

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ. پ ۱

کا شاہانہ اعتراف کرتے ہوئے ملک عدم کو رخصت ہو گئے۔ وہ محلات جن سے آٹھوں پہر مشک وعنبر کی لپٹیں اُٹھا کرتی تھیں، جہاں ہر طرف ریشم اور مخمل کے پردے آویزاں رہتے تھے۔ جن میں ہر وقت کشمیر اور ایران کے زریں کار غالیچے بچھے رہتے تھے، آج دنیا ان کے آثار تک دکھانے سے قاصر ہے اور وہ سر بفلک قلعہ بھی جو سکندر اعظم سے سر نہ ہوا تھا، کھنڈر بن چکا ہے۔

چناب جو کبھی قلعے کی دیواروں سے ٹکرا کر گزرتا تھا، آج بیس میل شمال کو ہو کر بہتا ہے۔ الغرض اس قدر انقلابات آئے کہ اس فلک کا جغرافیہ تک بدل گیا ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ الاسلام کے قُبّہ ابیض کی شوکت و دارائی میں فرق نہیں آیا۔ ہزاروں آندھیاں آئیں، سینکڑوں طوفان ٹکرائے، حملہ آوروں کی دست بُرد سے شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی مگر روضہ اقدس کی یہ کیفیت ہے کہ جو اینٹیں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ خود لگوا کر گئے تھے، وہ آج بھی جوں کی توں موجود ہے۔

سلطان ناصر الدین محمود، سلطان غیاث الدین، محمد تغلق ، فیروز شاہ، سلطان حسین، دارالشکوہ اور اورنگ زیب خدا جانے کتنے مہربان تاجدار اس بارگاہ پر حاضری دے چکے ہیں اور خدا معلوم ابھی کتنے دوسرے شہر یاروں کی قسمت میں اس درگاہ کی حاضری مقدر ہو چکی ہے۔ زمانہ بدلتا رہے گا، حکومتیں کروٹیں لیتی رہیں گی، باشندے اِدھر اُدھر بدلتے رہیں گے لیکن حضرت شیخ الاسلام کا یہ قُبّہ ابیض اسی طرح خاص و عام سے خراجِ عقیدت وصول کرتا رہے گا۔

Marfat.com

تاریخ وفات ۷ صفر ۶۶۱ ہجری:

زائر اندر قدم رکھتے ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے، ہر چیز نئے رنگ اور نئے ڈھنگ میں نظر آتی ہے۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے شیخ الاسلامؒ کی ہر چیز کے تصوف میں رنگ میں رنگ دیا ہے، ہر شے زائر کے دل پر اثر ڈالتی ہے اور آدمی فرطِ رعب سے لرز اُٹھتا ہے۔ ڈیوڑھی میں دائیں جانب حضرت شیخ الاسلامؒ کے ایوان کا دروازہ ہے۔ نقیب اور چاؤش رہ رہ کر پکار اُٹھتے ہیں۔ ''مدد بہاؤ الحق'' زائر کی حالت اس وقت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی ملزم کسی بڑے جرم کا مرتکب ہو کر معافی طلب کرنے کے لیے ایک جلیل القدر بادشاہ کے دربار میں باریاب ہو رہا ہو۔

ساڑھے نو فٹ آثار طے کرنے کے بعد زائر اپنے آپ کو شیخ الاسلامؒ کے دربار میں پاتا ہے۔ دربار خاصان خاص سے کھچا کھچ بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ زائر دائیں جانب ایک تنگ راستہ کے ذریعے سرنگوں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا حضور کے دائیں پہلو میں جا پہنچتا ہے اور بے اختیار ایک آہ کہہ کر آپ کے تخت سے (جس سے دنیا کے لاکھوں تخت طاؤس خم کھاتے ہیں) چمٹ جاتا ہے اور زار و قطار روتا ہے۔ حتیٰ کہ شیخ کا دامن اور زائر کا چہرہ قطرات اشک سے تر بتر ہو جاتے ہیں۔ شاہان مجاز کی طرح حضرت شیخ الاسلام جھڑکتے نہیں اور نہ ہی کسی اہلکار یا خادم کی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ آئے اور ملاقاتی کو شیخ الاسلامؒ کے دامن سے جدا کرے۔ جب زائر رو رو کر نڈھال ہو جاتا ہے تو اچانک اسے محسوس ہوتا ہے کہ شیخ الاسلامؒ نے اپنا بابرکت ہاتھ اس کے دل پر رکھ دیا ہے۔ ایک عجیب اطمینان کی لہر زائر کی رگ رگ اور نس نس میں دوڑ جاتی ہے، سیاہ کار اور مجرم زائر کا دل شہادت دیتا ہے کہ عرق انفعال کے چند قطرات کو ذات ذوالجلال نے حضرت شیخ

Marfat.com

الاسلامؒ کی توجہ سے شرفِ قبولیت بخشا ہے اور نامۂ اعمال کی کدورتوں سے صاف ہو گیا ہے۔ تب شادمانی و کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ مرقد مبارک پر رکھ کر انتہائی ادب واحترام سے بوسہ دیتا ہے، غلاف کو اپنی آنکھوں سے لگاتا اور چومتا ہے۔

پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بائیں جانب کو پشت کر کے حضور شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں فاتحہ کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اپنے اپنے خاندان اور ملتِ اسلامیہ کے مولائے کائنات کی خدمت میں دعا طلب کرتا ہے اور اس جلیل القدر اور محبوب شخصیت کا واسطہ دیتا ہے، گڑگڑاتا ہے اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے بے بسی اور بے کسی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے بعد نہایت انکسار سے حضور شیخ الاسلامؒ اور آپ کے پہلو نشین فرزند جگر بند حضرت شیخ الاسلامؒ ابوالمغانم صدرالدین محمد عارف باللہ اور آپ کے درباریوں کو جھک جھک کر سلام کرتا ہوا بائیں جانب کے راستے پیچھے ہٹتا، دروازے سے باہر نکل آتا ہے اور ایک عجیب فرحت وانبساط محسوس کرتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انسانی کمزوریوں اور لغزشوں کا وہ بارِ گراں جو وہ کندھوں پر اُٹھا لایا تھا، اس سے اتار لیا گیا ہے۔ یہ ایک عمومی کیفیت ہے جو تقریباً ہر زائر کے دل پر گزرتی ہے۔ خاصانِ بارگاہ کی اس سے بھی عجیب تر حالت ہوتی ہے۔

بہر کیف:

جتنا ہے ظرف اس کا اتنا وہ پی رہا ہے

اگرچہ شیخ الاسلامؒ کے واقعات عالم آشکار ہیں اور دنیا کا ذرّہ ذرّہ اُن کے سوانح حیات سے آشنا ہے لیکن ان کے ذکر میں کچھ ایسی حلاوت پائی جاتی ہے کہ قندِ مکرر کا لطف آتا ہے۔ اس لیے مختصراً سپردِ قلم کرتا ہوں۔

Marfat.com

آباؤاجداد:

تمام تذکرہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ حسب نسب کے اعتبار سے قریشی الاسدی تھے۔ حضور ﷺ کی اولاد میں سے بعض افراد اپنے آپ کو اسدی الہاشمی لکھتے ہیں، حالانکہ ایک دنیا جانتی ہے کہ اسد بن ہاشم مقطوع النسل تھے۔ لوگوں نے غلطی سے اسد بن عبدالعزیٰ کو اسد بن ہاشم سمجھ لیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسد بن عبدالعزیٰ اور اسد بن ہاشم دونوں ایک ہی گھرانے کے رکن رکین ہیں۔ ایک اسد کا نسب نامہ دو واسطوں سے جناب قُصی سے ملتا ہے اور دوسرے کا تین واسطوں سے۔ ''تاریخ الخمیس'' اور ''روضۃ الاحباب'' کے نزدیک سوائے آل عبدالمطلب کے دنیا میں کوئی بنی ہاشم نہیں۔ اسی طرح علامہ شامی بھی سوائے عبدالمطلب کی اولاد کے کسی کو ہاشمی تسلیم نہیں کرتے۔

مخدوم سیّد جلال بخاریؒ کا قول فیصل:

مخدوم سیّد جلال بخاریؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کے محبوب مرید اور نامور خلیفہ نے اپنے پیرومرشد کا جو شجرہ پیش کیا ہے، وہ حضرت شیخ الاسلام کے فرزندِ اکبر حضرت صدرالدین عارف قدس سرہٗ کی بیاض سے نقل شدہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اسی لیے اکثر محققین نے اسی نسب نامہ پر اعتماد کیا ہے جن میں شیخ عین الدین بیجاپوریؒ، پیرزادہ محمد حسین صاحب، مترجم سفرنامہ ابن بطوطہ، شیخ محمد علی صاحب رونق مؤلف تحقیق الانساب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت مخدوم سید جلال بخاریؒ نے اس امر پر بڑے فخر ومباہات کا اظہار کیا ہے کہ میرے مرشد کے آباؤاجداد عرب کے رؤسا اور شرفاء میں سے تھے اور وہ ممتاز قریشی تھے۔ کیونکہ ان کا نسب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبِ مبارک کے ساتھ جناب قصّی سے مل جاتا ہے۔ جناب قصّی کے دو فرزند تھے، ایک عبد مناف جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدّ ہیں اور دوسرے عبد العزیٰ جو ہمارے مشائخ کے مورث وجدِ اعلیٰ ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا نسب اکیس واسطوں سے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پانچ واسطوں سے جناب قصّی سے ملتا ہے۔ حضرت مخدوم جلال بخاریؒ کی عبارت کا متن ملاحظہ ہو:

نسب نامہ مصدقہ سیّد السادات جلال بخاریؒ:

اتنی وضاحت کے بعد حضرت مخدوم نے شیخ الاسلامؒ کا مکمل نسب نامہ اپنے ملفوظ میں اس طرح سے درج کیا ہے:

حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا
بہاء الحق بن شیخ محمد غوث
بن شیخ ابو بکر بن شیخ جلال الدین بن شیخ علی قاضی
بن شمس الدین محمد بن الحسنین بن عبد اللہ
بن الحسین بن المطر ف بن خزیمہ بن حازم بن
محمد بن المطر ف بن عبد الرحیم بن عبد الرحمٰن بن
ھبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصّی

حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ اور خاندان نبوت کا نسبی تعلق ذیل کے شجرہ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

قصیّ بن کلاب

- عبدالمناف
  - سیدنا ہاشم
    - سیدنا عبدالمطلب
      - سیدنا عبداللہ
        - حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- عبدالعزیٰ
  - اسد
    - ام حبیب
      - برّہ
        - سیّدہ آمنہ
    - مطلب
      - اسود
        - معباد
          - عبدالرحمٰن
            - عبدالرحیم
              - المطرف
                - حازم
                  - تا حضرت شیخ الاسلام
            - زبیرؓ
              - المنذر
                - عبدالعزیز
                  - عمر
          - مالک
            - خثرم مورث اعلیٰ خشارمہ
    - خویلد
      - عوام
        - زبیرؓ
      - خدیجہ طاہرہ ام المومنین
      - نوفل
        - ورقہ

صبح سعادت:

قدرت کا ازل سے یہ اصول چلا آیا ہے کہ جب کوئی چیز منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اُسی وقت سے اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ کئی بار ہمارے مشاہدے میں آیا ہے کہ جب گرمی شدت اختیار کر لیتی ہے اور حبس سے خلق خدا کا دم گھٹنے لگتا ہے تو اس وقت

Marfat.com

رحمت کاملہ ایک لکۂ ابر کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش ہوتی ہے کہ ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دینے لگتا ہے نیز اسی طرح خزاں کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور چمن کی حسن وخوبی برباد ہو جاتی ہے تو بادِ بہاری نو جوانانِ چمن کے لیے ''حیاتِ نو'' کا پیغام لے کر آتی ہے۔ ناطورہ عالم کے کونے کونے میں زندگی کی ایک نئی روح دوڑ جاتی ہے، سبزہ ''سطح ارضی'' پر از سرِ نو مخملی فرش بچھا دیتا ہے، کملائے ہوئے پودے پھر ہرا بھرا لباس پہن لیتے ہیں اور ڈالی ڈالی پر کلیاں رقص کرنے لگتی ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جب شمال مغربی ہند کا گوشہ گوشہ کفر والحاد کی گھٹاؤں سے تیرہ وتار ہو گیا تو قدرت نے مولانا وجیہہ الدین محمد غوث ؒ کے مشکوئے اعلیٰ سے ایک ایسے ''گلِ سید'' کو پیدا کیا جس سے ربع مسکون کا چپہ چپہ معطر ہو گیا۔ اس مردِ کامل نے نصف صدی کے عرصے میں اس سرزمین کو نہ صرف قرامطہ کے اثرات سے پاک کیا بلکہ لاکھوں سرکش اور تند مزاج کافروں کو نورِ ایمان سے مالا مال کر کے مسلمانوں کی ''اقلیت'' کو ''اکثریت'' میں بدل دیا اور وہ لاکھوں خون آشیام تلواریں جو سالہا سال تک غزنی کے مجاہدوں سے ٹکراتی رہی تھیں، اسلام کی محافظ بن گئیں۔

آن دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں

دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

سید جلال بخاری نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت کی ولادت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''مولد شیخنا ومخدومنا شیخ بہاؤ الحق والشرع والدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ السابع والعشرین من شہر رمضان المبارک فی لیلۃ القدر وقت الصبح لیلۃ الجمعہ فی التاریخ الہجریۃ المصطفویۃ الکتہ المدینہ ست وستین وخمس مائیۃ درخطہ کوٹ کروڑ ولایت دیپال است۔''

یعنی میرے پیر طریقت حضرت بہاؤ الحق والدین ابو محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

27 رمضان المبارک 566 ہجری کو پیدا ہوئے۔ لیلۃ القدر، شب جمعہ، ماہ صیام اور طلوع سحر کا وقت۔

سبحان اللہ! مولود مسعود کے وقت تمام برکتیں جمع ہو گئیں۔ ایک مؤرخ نے حضرت کی ولادت باسعادت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

بتاریخ تولد غوث عالم
دُراز بحر قدم آمد بعالم

حضرت مادرزادولی تھے۔ چونکہ رمضان کے ایام تھے، اس لیے جب تک شوال کا چاند نظر نہ آیا حضرت نے دودھ نہ پیا۔

''وبعدازونہ مکید شیر از پستان مادرتاروز عید شد''

(مخدوم بخاریؒ)

مصنف علام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید پڑھنے بیٹھتے تو یہ نومولود دودھ پینا چھوڑ دیتا اور اس طرح سے حضرت کی طرف متوجہ ہو جاتا، گویا قرآن سن رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ماں باپ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ ایک ارادت مند نے اس صورت حال کو یوں موزوں کیا ہے:

جب کہ قرآن پڑھتے تھے والد تیرے
کان تھے تیرے بھی بس اس پر لگے
ذوق تھا تجھ کو بہت قرآن کا
شوق تھا تجھ کو بہت رحمان کا

ولادت مخدوم رشید حقانیؒ:

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کو تین سال گزرے تھے کہ اسی خانوادہ کے مطلع پر شریعت وطریقت کے ایک اور آفتاب نے طلوع کیا۔ یعنی شیخ احمد غوثؒ کے

Marfat.com

مشکوئے معلّٰی میں حضرت مخدوم عبدالرشید تولّد ہوئے۔ ان کے بعد رب تعالیٰ نے آپ کو مزید پانچ فرزندار جمند عطا کئے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

شیخ عبدالرحمٰنؒ، شیخ طاہرؒ، شیخ سادھنؒ، شیخ موسیٰؒ (نواب)، شیخ راوّل دریاؒ اور ایک صاحب زادی رشید خاتونؒ۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی تعلیم و تربیت:

ابھی حضرت بہت چھوٹے ہی تھے کہ شیخ محمد غوثؒ نے آپ کو مولانا ناصرالدین بلخیؒ کے پاس پڑھنے بٹھایا۔ آپ کی طبع رسا اور ذہانت خداداد کا یہ عالم تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن شریف ہفت قرأت کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد درسی کتب کی طرف متوجہ ہوئے اور ابھی صرف ونحو کی بحث ہی میں تھے کہ ''انشراح صدر'' ہو گیا۔ ۵۷۷ ہجری میں شیخ محمد غوثؒ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ عم بزرگوار شیخ احمد غوثؒ نے دستار سر پر باندھا، آپ کو آباؤ اجداد کی مسند پر لا بٹھایا۔ علماء، مشائخ اور زمینداران نے حاضر ہو کر مراسم تعزیت ادا کیں۔ خدم حشم نوکر چاکر سلام کو حاضر ہوئے۔ خزانہ کے محافظ نے موجودات کا جائزہ لینے کی درخواست کی۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر چچا جان سے عرض کی:

''آپ بمنزلہ والد کے ہیں، یہ تمام کارخانہ آپ سنبھالیں، میرے پڑھنے کے دن ہیں، مجھے اطمینان سے تحصیل علم کا موقعہ عنایت فرمائیں''

حضرت احمد غوثؒ کی تو خواہش ہی یہی تھی۔ انہوں نے بڑے بڑے متورع اور منتہی علماء کوٹ کروڑ میں جمع کر دیئے، جن سے آپ اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ کچھ عرصہ آپ نے ملتان میں گزارا اور یہاں کے علماء اور مشائخ کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ مرور زمانہ نے ان حضرات کا کوئی نشان باقی نہ رکھا۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ خوش نصیب اساتذہ کون تھے؟ اور کہاں جا کر پیوند خاک بنے؟

محلّہ کٹڑہ (ملتان) کے اندر ایک مسجد کے جنوبی حجرہ میں مولانا عبدالرشید کرمانی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ زیارت گہہ خلائق ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگوار حضرت شیخ الاسلامؒ کے استاد تھے۔

طالب علمی میں بخارا کا سفر:

بہر حال جب یہاں کے علماء سے استفادہ کر لیا تو پھر خراسان کا رُخ کیا کیونکہ ان دنوں وہاں کی درس گاہوں کا بڑا چرچا تھا۔ ایک قافلے کے ہمراہ وہاں پہنچے اور سات برس تک علماء اور مشائخ سے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کرتے رہے۔ یہاں سے بخارا آئے اور کئی سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے اکتساب علم کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ایک استاد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے سینہ میں جس قدر علم ہوتا، دو تین دن میں اس کا مکاشفہ کر لیتے، پھر دوسرے استاد کے پاس پہنچتے اور جس قدر علم ان کی وسعت امکان میں ہوتا اس کا کشف کر لیتے۔ اسی طرح ایسے چار سو چوالیس (۴۴۴) باکمال اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کر کے سندِ فضیلت حاصل کی جو علم و فضل اور زہد و ورع کے لحاظ سے یگانہ روزگار تھے۔

صاحب خلاصۃ العارفین لکھتے ہیں:

''علم ظاہر بخدمت چندیں اساتذہ بایں طریق خواندہ اند کہ یک استاذ را ہر قدرے علم کہ در سینۂ او بودے یک یا دو سہ روز بتائید الٰہی مکاشفہ کردے باز پیش دیگرے خواندے و ہر قدرے علم کہ در وسع امکان او بودے در دو سے روز درس مے کردے۔ و ہمہ علم را کشف مے نمودے۔ تا ہم چنیں بخدمت چہار صد چہار و چہل اساتذہ زانوئے تلمذ تہ کردہ سندِ فضیلت حاصل کردند''

تحصیل علم کے دوران میں آپ کے پاس دو ہزار سے زیادہ علمی کتب جمع ہو گئی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ طباعت کا یہ انتظام نہیں تھا، دو ہزار کتب کو ایک بہت بڑا علمی خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ مؤلف تذکرہ ''اولیائے کرام'' کا بیان ہے کہ حضرت نے بخارا میں آٹھ

Marfat.com

برس قیام فرمایا اور یہاں کے لوگ آپ کے خصائل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو ''بہاؤ الدین فرشتہ'' کہنے لگے۔صاحب خزینۃ الاسرار کے الفاظ یہ ہیں:

''درخراسان وبخارا شہرے عظیم یافتند کہ اہل آنجا ایشاں را بہاؤالدین فرشتہ می گفتند''

عبادت وریاضت:

حضرت شیخ الاسلامؒ خراسان اور بخارا کی تمام درس گاہوں سے استفادہ کرنے کے بعد تزکیہ نفس میں مصروف ہوئے اور بیس سال تک لگاتار اس قدر سخت مجاہدہ کیا کہ اس کی تفصیلات پڑھنے سے حیرت ہوتی ہے۔صاحب خلاصۃ العارفین لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ کسی نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ اپنے مجاہدہ کا کوئی واقعہ بیان فرمائیے۔آپ نے فرمایا: اپنے مجاہدہ اور ریاضت کی کیفیت بیان کرنا مناسب نہیں کہ اس سے غرور کا اظہار ہوتا ہے اور طالب کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کی محنت برباد نہ ہوجائے مگر پھر بھی آپ کی خاطر اتنا ظاہر کرنے میں تامل نہیں کرتا کہ یہ فقیر بیس سال تک ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک طعام پر روزہ افطار کرتا رہا ہے اور یہ ایک ایسا ادنیٰ مجاہدہ ہے کہ جسے ہر مبتدی طبیعت پر غلبہ پانے کے لیے بآسانی کرسکتا ہے، اس کے بعد حج کی نیت سے ارضِ پاک کو روانہ ہوا''

اور اگر من سے مراد آدھ سیر لی جائے تو دس سال میں شیخ الاسلامؒ نے 45 من خالص گھی کھایا۔چونکہ یہ انتہائی مبالغہ آرائی ہے اور صوفیائے کرام کے مجاہدات وریاضت کے خلاف ہے اس لیے ہم اس مجاہدہ کی نفی کرتے ہیں۔مزید یہ کہ ہمارے پاس خلاصۃ العارفین کا جو نسخہ ہے اس میں سطور نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد دوسرا مجاہدہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرنا ہے۔ ذرا غور تو فرمائیے یہ کیسے واجب العمل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ملتان سے ارضِ پاک کی طرف اس ہیئت سے روانہ ہو، ایک دن میں ایک میل بمشکل سفر کر سکے گا۔ پھر راستے میں ندی نالے اور دریا بھی آتے ہیں۔ باغات اور محلات بھی، کوچے تنگ اور غلیظ بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا پروگرام بنا کر گھر سے چلے تو ایک دنیا تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہو جائے۔ اگر حضرت شیخ الاسلامؒ اس ہیئت سے ارضِ پاک کے سفر پر روانہ ہوتے تو ہزاروں مرید آپ کے ساتھ چل پڑتے اور سب آپ کی اقتداء میں قدم قدم پر سجدہ کرتے اور ایک شہر سے گزرتے گزرتے کئی دن لگ جاتے۔

خلفائے راشدین، ائمہ معصومین اور اولیائے کاملین نے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کا جو سفر کیا ہے اس میں انہوں نے یہ التزام رکھا کہ جہاں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرمایا کرتے تھے، وہیں انہوں نے شب بسر کی اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں ادا کی تھیں، وہیں نمازیں پڑھیں۔ مگر کسی تاریخ میں یہ نظر سے نہیں گزرا کہ کسی بزرگ نے قدم قدم پر دوگانہ ادا کرنے کا پروگرام بنایا ہو، البتہ قدم قدم پر دل نے سجدہ کیا ہو تو اور بات ہے۔

مجاہد کی تعریف!

ایک موقع پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے مجاہدات کی جو تعریف کی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہر شب دوگاؤ خوردن و یک خزوار درو کردن کی گپ بے اصل ہے۔

کسی موقعہ پر ایک مقرب نے دست بستہ عرض کی، حضور مجاہدہ کی تعریف کیا ہے؟

فرمایا:

''مجاہدہ ایں است کہ ہر چہ نفس آرزو کند تا بسیت سال آن آرزو بدو نرساند''
یعنی نفس جس چیز کی آرزو کرے بیس سال تک وہ خواہش پوری نہ کی جائے۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا:

''میں نے جو ابتدائی مجاہدے کا ذکر کیا ہے یہ میرے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہ تو محض ابتدائی صورت ہے ورنہ مردانِ خدا توستّر سال تک نفس کو آب وطعام کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے اور اسے شبانہ روز عبادت واطاعتِ الٰہی میں مقید رکھتے ہیں، البتہ یہ مجاہدہ کی صحیح تعریف ہوسکتی ہے۔''

نیز فرمایا:

''میں نے یہ مشقت اور ریاضت ربّ کعبہ کی محبت اور رضاجوئی کے لیے کی۔ یہاں تک کہ ارضِ مقدس میں جا پہنچا۔ حج کیا اور عرفات کی پہاڑی پر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے تین سال کامل اپنی خدمت میں رہنے کا شرف بخشا۔ خداوند کریم کے فضل واحسان سے اس دوران ہی میں نے بڑا فیضان حاصل کیا۔ اس کے بعد جدید احرام باندھ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔ پانچ سال یہاں رہ کر حضرت کے قدموں کی خاک پاک کی برکت سے انوارِ الٰہی کا ظاہری اور باطنی مشاہدہ کیا۔''

مولانا جمالیؒ کا بیان:

مولانا جمالیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے پانچ سال کامل جوارِ رسولؐ میں بسر کیے۔ ان دنوں مولانا کمال الدین محمد یمنیؒ جو اپنے عہد کے بہت بڑے محدث تھے، حرم نبویؐ میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت ان کے حلقہ درس میں شریک ہوگئے اور ان کے زانو سے زانو جوڑ کر حدیث کا درس لیتے رہے۔ ہر سال حج کے موقعہ پر مولانا کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے اور حج کے بعد واپس لوٹ آتے۔ جب حضرت شیخ الاسلامؒ نے حدیث شریف کا تمام علم ازبر کرلیا تو زمانے کی رسم کے مطابق مولانا سے حدیث پڑھانے کی سند حاصل کی اور ان سے مزحن ہوکر بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران حضرت شیخ الاسلامؒ حرم شریف میں قُبہ مبارک کے دائیں جانب ایک خاص مقام پر معتکف رہا کرتے تھے جو بعد میں آپ سے منسوب ہوکررہ گیا۔ چنانچہ مولانا جمالیؒ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اسی مقام کو عبادت واطاعت کے لیے پسند کیا۔

فرماتے ہیں:

''ای احقر الانام کہ دراں ایام درحرم رسول ﷺ بود۔ بداں موضع مشغول شدے، دمے ماندے وفیض بُردے۔''

اژدھا سے مقابلہ:

تمام مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ سے شیخ الاسلامؒ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ رہ کر انبیاء علیہم السلام کے مقابر کی زیارت کی۔ اس کے بعد دمشق پہنچے۔ یہاں شہر کے باہر ایک خوفناک اژدھا رہتا تھا جو بے شمار آدمیوں کو ہلاک کرچکا تھا۔ ایک مرتبہ آپ بھی وہاں سے گزرے۔ اژدھا آپ کو دیکھ کر پھنکارتا ہوا باہر نکلا۔ جب قریب آیا، حضرت نے اپنی چادر اُس پر دے ماری۔ اژدھا مر گیا اور حضور آگے بڑھ گئے۔ اس افعی نے بے شمار آدمیوں کی جان لے لی تھی۔ جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو لوگ جوق درجوق زیارت کو حاضر ہوئے۔ پانچ سال تک دمشق کے علماء اور مشائخ آپ کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے استفاضہ کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے سمرقند کا رُخ کیا۔

ایک باخدا درویش سے ملاقات:

یہاں ایک باخدا درویش کا بڑا چرچا ہو رہا تھا۔ آپ مرشد کی تلاش میں ملک ملک کا دورہ کرتے پھرتے تھے۔ جب لوگوں سے اس کی شہرت سنی تو طویل سفر طے کرنے کے بعد اس خدا دوست بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان پر استغراق کا عالم طاری تھا۔

Marfat.com

آپ ایک عرصے تک لگاتار اُن کے پاس جاتے رہے لیکن وہ متوجہ نہ ہوئے۔ دو برس کے بعد وہ بزرگ ہوش میں آئے۔ آپ پر نظر ڈالی، حضرت شیخ الاسلام اسی ساعت کے منتظر تھے، بڑھ کر قدم بوس ہوئے۔ فرمایا:

''آپ کا آنا مبارک ہو، آپ نے بڑی تکلیف اُٹھائی، مگر ہاں! درویشوں کی خدمت سے دونوں جہاں کی مرادیں ملتی ہیں''

''بہاؤالدین، سُن! تیس سال ہو چکے ہیں کہ یہ فقیر بحرِ تجلیات میں مستغرق ہے اور آنے جانے والوں سے بے خبر۔ آج دوست کا حکم ہوا ہے کہ آپ سے ہمکلام ہو کر اپنی حالت سے آگاہ کروں''

اے عزیز! درویش کے لیے مخلوق کی محبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ مضر نہیں، کیونکہ وہ جس قدر خلقت سے نزدیک ہوتا ہے، اُسی قدر خالق سے دور ہو جاتا ہے۔

یہ کہہ کر اپنا مصلّٰی اور مٹھی بھر اشرفیاں حضرت کو عنایت کیں اور فرمایا:

''یہ آپ کا زادِ راہ ہے۔ آپ کو بہت دور جانا ہے۔ اب تشریف لے جائیے''

ابھی یہ فقرہ پوری طرح سے ادا بھی نہ ہوا تھا کہ وہ طالب صادق آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

مُرشد کے حضور میں:

حضرت شیخ الاسلامؒ کے لیے بڑے اضطراب کا زمانہ تھا۔ سالہا سال سے مرشد کی تلاش میں صحرانوردی کرتے پھرتے تھے۔ دو برس جس اُمید اور آرزو میں بسر ہوئے تھے، آج اس پر بھی پانی پھر چکا تھا۔ نئی اُمنگ اور نئے ولولوں کے ساتھ ایک نامعلوم سمت کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ذوق وشوق کی بے تابی اور نورِ وحدت کی کرنوں کی گدگدی نے آپ کو کسی ایک مقام پر ٹھہرنے نہ دیا۔

سچے جو پائے حقیقت کی طرح کئی دن اور کئی راتیں لگاتار سرگرم سفر رہے، یہاں

Marfat.com

تک کہ بخت کی بیداری نے ایک دن آپ کو ادب اور "ہیبت حق" کے ایسے متبرک مقام پر لا کھڑا کیا جہاں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ خالق کونین کی بھولی بھٹکی مخلوق کو نیکی کا راستہ دکھانے میں مصروف تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی متجسس نگاہوں کو شیخ الشیوخ کی ذات میں کچھ ایسے کمالات اور مکاشفات نظر آئے کہ انہوں نے پہلی ہی نظر میں تاڑ لیا کہ یہی کعبہ مقصود ہے۔ انتہائی ادب واحترام سے قدموں میں جھک گئے۔ گلوگیر ہو کر عرض کی:

ما بعشق تو نہ امروز گرفتار شدیم
کہ گرفتاری ماباتو ز روز اول است

شیخ الشیوخ نے حضرت کو اپنے گلے سے لگالیا۔ شیخ الاسلامؒ دیر تک اس سینہ بے کینہ سے جو انوارِ الٰہی کا معدن اور سرچشمہ تھا، چمٹے رہے۔ جب طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو ارادت وعقیدت کے ساتھ ہوشمند طالب علم کی طرح دو زانو ہو بیٹھے۔

شیخ جلال تبریزیؒ:

سیّد جلال تبریزی کے نام سے ایک بزرگ حضرت شیخ الشیوخ کے آستاں پر رہتے تھے۔ تین چار ملاقاتوں میں ارتباط اس قدر بڑھا کہ وہ بھی آپ کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گئے اور حضرت شیخ الشیوخ سے عرض کی کہ مجھے شیخ بہاؤالدین زکریا سے بڑی محبت ہے۔ اگر ارشادِ عالی ہو تو میں بھی ان کے ہمراہ چلا جاؤں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے اجازت دے دی اور دنیائے تصوف کے یہ شمس وقمر بغداد سے ملتان کو روانہ ہو گئے۔

عظمتِ مُرشد:

ان دنوں بخارا کے راستے سے ملتان آنا پڑتا تھا۔ جب یہ بزرگوار سفر طے کر کے نیشاپور پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ علماء ومشائخ سے ملنے کے لیے شہر میں

Marfat.com

تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی منزل گاہ میں ہی مصروف عبادت رہے۔

ملاقات کے بعد واپس آئے تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے ان سے پوچھا کہ آج کی سیر میں کس درویش کو سب سے بہتر پایا؟

فرمایا: ''شیخ فریدالدین عطار کو''

پوچھا: ''کیا کیا باتیں ہوئیں؟''

کہا: ''انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا''

''آپ لوگوں کا کہاں سے آنا ہوا؟''

میں نے عرض کی: ''بغداد سے آیا ہوں''

پھر پوچھا:

''وہاں کون درویش سب سے زیادہ عبادت الٰہی میں محو ہے؟''

میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے مرشد شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیوں نہ کیا؟

شیخ تبریزی نے جواب دیا:

''شیخ فریدالدینؒ کی عظمت میرے دل پر ایسی چھا رہی تھی کہ ذہن حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف منتقل نہ ہو سکا۔''

یہ جواب حضرت شیخ الاسلام کو نہایت شاق گزرا۔ فرمایا: جس کا ذہن اپنے مرشد کے معاملے میں سہو کا شکار ہو سکتا ہے، اس سے ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر فوراً مصلّٰی کندھے پر رکھا اور ملتان کو چل پڑے۔

Marfat.com

عروس البلاد ملتان

شیخ الاسلام کی زندگی کا تبلیغی دور:

حضرت شیخ الاسلام کی غیر حاضری میں عروس البلاد ملتان اور کوٹ کروڑ نے جو جو انقلابات دیکھے، وہ بجائے خود ایک لمبی داستان ہے۔ ہم تفصیل میں نہیں جاتے، مختصر یہ ہے کہ ملتان کے قرامطہ کے اقتدار پر ۵۷۱ ہجری میں محمد غوری کے ہاتھوں کاری ضرب لگ چکی تھی۔ اگر انہیں لاہور کے حاکم خسرو ملک کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو کبھی کے ختم ہو چکے ہوتے۔ لیکن چونکہ ادھر سے برابر شہہ مل رہی تھی، اس لیے دیہات میں ان کا پورا اثر موجود تھا۔ سلطان نے ۵۷۶ ہجری ۱۱۸۰ء میں لاہور پر یلغار کی لیکن خسرو ملک قلعہ بند ہو گیا اور افواج سلطانی ناکام واپس لوٹ گئیں۔

۵۸۰ ہجری ۱۱۸۴ء میں سلطان پھر پنجاب پر حملہ آور ہوا اور سیالکوٹ پر قبضہ کر کے اس کے قلعہ کی مرمت کرائی۔ ۵۸۲ ہجری ۱۱۸۶ء میں لاہور پر آخری حملہ ہوا، اور سلطان خسرو ملک کو گرفتار کر کے ہمراہ لے گیا۔

۵۸۳ ہجری ۱۱۸۷ء میں خسرو اور اس کے تمام خاندان کو سلطان غیاث الدین کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے انہیں جرجستانی کے قلعہ میں قید کیا اور خوارزم شاہ کے حملے میں سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ خسرو آلِ سبکتگین کا آخری چشم و چراغ تھا۔ دستور کے مطابق اس خاندان کا ستارۂ اقبال بھی دو سو سال میں اپنا دورہ پورا کر کے ایسا غروب ہوا کہ پھر نہ اُبھرا۔

۵۹۹ ہجری ۱۲۰۲ء تک سلطان ہندوستان کے راجوں مہاراجوں سے سرگرم پیکار رہا۔ ۶۰۰ ہجری ۱۲۰۳ء میں خوارزم شاہ پر حملہ کیا، مگر شکست کھائی اور خراسان کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کا ایک غلام ایبک نامی ہمراہ تھا۔ اس نے سمجھا کہ سلطان مارا گیا، اسے سندھ کی حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے بادشاہ کے مرنے کی افواہ پھیلا دی اور خود بگولہ بن کر ملتان پہنچا۔ یہاں سلطان کی طرف سے امیر حسن حکومت کرتا تھا۔ اسے دربار میں

Marfat.com

جا کر ملا اور کہا کہ مجھے آپ کو بادشاہ کا پیغام دینا ہے اور آج کل جو حوادثات گزرے ہیں، اُن کی بابت کچھ بیان کرنا ہے، خلوت میں چلیے۔

امیر حسن بلا تامل اس کے ہمراہ محل میں چلا آیا۔ یہاں ایک ترکی غلام تاک میں بیٹھا تھا۔ اس نے فوراً گردن اُڑا دی۔ پھر دربار میں آیا اور ایک جعلی فرمان دکھا کر اعلان کیا کہ امیر حسن سلطان کے حکم سے کیفر کردار کو پہنچا، آج سے میں اس ولایت کا حاکم ہوں۔ امراء نے بلا تامل اطاعت کر لی، لیکن جب گکھڑوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ لاہور پر قبضہ کرنے کے ارادے سے نکل پڑے اور جہلم وسوہدرہ میں سخت ہنگامہ برپا کر دیا۔ سلطان شہاب الدین غوری تازہ دم ہو کر غزنی پہنچا۔ یہاں یلدوز بگڑا بیٹھا تھا۔ اس نے شہر میں نہ گھسنے دیا۔ یہاں سے ملتان پہنچا، ایبک مقابلے میں نکلا۔ ایک معمولی جھڑپ کے بعد سلطان نے اسے گرفتار کر لیا۔ پنجاب سے سپاہ جمع کر کے غزنی کی طرف متوجہ ہوا اور یلدوز کو مطیع کیا۔ انہی ایام میں خوارزم شاہ کا ایلچی آیا اور صلح ہو گئی۔

۶۰۰ ہجری آزمائش اور ابتلاء کا سال تھا۔ تمام سرداروں نے سلطان کی اطاعت کا جوا کندھے سے اُتار پھینکا تھا، صرف قطب الدین ایبک ہی وفادار رہا۔

۶۰۲ ہجری میں سلطان نے گکھڑوں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ قطب الدین ایبک بھی دلی سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا، دونوں نے مل کر گکھڑوں کی خوب گوشمالی کی۔

گکھڑوں کا مذہب:

گکھڑوں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ جس کے ہاں لڑکی ہوتی، وہ دروازے پر لے کر کھڑا ہو جاتا اور پکارتا کہ کوئی اسے اپنی زوجیت میں لینے کو تیار ہے؟ اگر کوئی قبول کرتا تو اس کے حوالے کر دیتا، ورنہ جان سے مار ڈالتا۔ ایک ایک عورت کئی کئی خاوند کرتی تھی۔ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا بڑا ثواب سمجھتے تھے۔ اگرچہ شاہی فوج نے ان کا کچومر نکال

Marfat.com

دیا تھا، مگر پھر بھی یہ اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ سلطان یہاں سے لاہور چلا گیا، جتنے دن وہاں قیام رہا گکھڑ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ لاہور اور غزنی کی سڑک ان کے علاقے سے ہو کر گزرتی تھی۔ یہ راستہ مسلمانوں پر بند ہو گیا۔

گکھڑوں کا قبولِ اسلام:

انہی ایام میں ایک مسلمان گکھڑوں کے ہاں قید ہو کر آیا۔ اس نے گکھڑوں کے سردار کے سامنے اسلام کی خوبیاں اس طرح سے بیان کیں کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اگر میں سلطان کے پاس جا کر اسلام قبول کر لوں تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

قیدی مسلمان نے جواب دیا کہ میں اس امر کا ذمہ دار ہوں کہ وہ تیرے ساتھ شاہانہ سلوک کرے گا اور اس پہاڑی علاقے کی حکومت تجھے دے دے گا۔ گکھڑوں کا رئیس اس بیان پر مسلمان ہونے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ قیدی مسلمان نے یہ صورت حال سلطان کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ سلطان نے فوراً خلعتِ فاخرہ اور مُرصّع کمر بند سردار کے لیے ارسال کیے۔ اس پر وہ بے جھجک سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

سلطان نے قیدی مسلمان کے وعدے کو ایفاء کرتے ہوئے کوہستانی علاقے کی حکومت اس گکھڑ کے سپرد کی۔ وہ فرمان لے کر اپنے وطن میں واپس آیا اور اپنی قوم کے بہت سے آدمیوں کو مسلمان بنایا۔ انہی دنوں دریائے سندھ اور غزنی کے درمیانی علاقے کے پہاڑی باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔

قرامطہ کی تباہی:

سلطان لاہور سے ملتان پہنچا۔ یہاں ابھی تک قرامطہ غالب تعداد میں موجود تھے۔ چُن چُن کر ان کا خاتمہ کرایا اور ملتان کی سرزمین کو کفر و الحاد کی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا۔ جب سارے ملک میں امن ہو گیا تو سلطان نے غزنی جانے

Marfat.com

کا ارادہ کیا اور والئی بامیاں کے نام حکم ہوا کہ دریائے جیحوں کے کنارے پر لشکر جمع کرے اور پل تیار کرے، کیونکہ ہم ترکستان کے کافروں سے جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

غرض کوکبہ اجلال حرکت میں آیا اور ۲ شعبان کو سراپردہ شاہی دریائے سندھ کے ایک پُرفضا مقام پر نصب ہوا۔ ایک رات قرامطی گکھڑوں کے چند بدمعاش وجوان جن کے اعزا واقارب لشکر شاہی کے ہاتھوں مارے گئے تھے، دریا کو عبور کر کے آدھی رات کے وقت خیمہ میں گھس گئے اور سلطان کو خنجروں سے شہید کر ڈالا۔

بادشاہ کا جنازہ بڑے جاہ وجلال اور شان وشوکت سے غزنی کو روانہ ہوا۔ بڑے بڑے رئیس اور امیر ہمراہ تھے اور آہ وبکا کرتے تھے۔ جب جنازہ غزنی کے قریب پہنچا تو حاکم غزنی تاج الدین یلدوز استقبال کو آیا۔ اس نے وفورِ رنج سے زرہ بکتر پھینک دیا، بالوں کو بکھیرا اور سر میں خاک دھول ڈال لی۔ کم وبیش یہی کیفیت باقی امراء کی تھی۔

شیخ الاسلام کی آمد:

حضرت شیخ الاسلامؒ سکون واطمینان سے ملتان کو چلے آرہے تھے۔ جب غزنی کے مضافات میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ملتان کے فرمانروا سلطان ناصرالدین قباچہ اور غزنی کے خلجیوں کے مابین لڑائی چھڑ چکی ہے، اس لیے آگے جانے کا کوئی راستہ محفوظ نہیں ہے۔ خلجیوں کے بے شمار قبائل جنوب مشرقی افغانستان میں آباد تھے اور کافی منظّم تھے۔ روزانہ ہزاروں مردان کارآزما بھرتی کر کے محاذِ جنگ پر بھیجے جارہے تھے۔ حضرت چُپ چاپ یہ کیفیت دیکھتے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ کا ورود ایسے گاؤں میں ہوا جہاں سے قباچہ کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ یہ پُرفضا اور کوہستانی مقام تھا۔ آپ چند ایام کے لیے یہیں رہ پڑے اور حالات کا جائزہ لینے لگے۔ اس نواح میں آپ کی تشریف آوری کا چرچا ہوا تو لوگ جوق درجوق رشد وہدایت کے اس سرچشمہ پر جمع ہوگئے۔ ہزاروں فاسق وبدکار آپ کی توجہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگئے۔ سینکڑوں نے جنیدؒ اور بایزیدؒ کا مرتبہ پایا۔

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ خلجیوں کو اس جنگ میں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اور اب وہ دہلی کے تاجدار سلطان شمس الدین التمش کے پاس امداد کے لیے اڑے چلے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے سلطان کی بڑی تعریف کی اور بتایا کہ اس کی عسکری طاقت بہت مضبوط ہے۔ دو سال پہلے غزنی کے حاکم تاج الدین یلدوز نے جب اس سے ٹکر لگائی تھی تو اسے منہ کی کھانا پڑی تھی۔ ناصر الدین قباچہ سے بھی اس کے تعلقات اچھے نہیں، یقیناً گھمسان کا رَن پڑے گا اور اس سے ملتان کا متاثر ہونا لازمی ہے۔

چند ماہ بعد اطلاع ملی کی سلطان خلجیوں کی مدد کو بڑھا چلا آتا ہے۔ حضرتؒ ملتان کو روانہ ہونے والے تھے کہ یہ خبر سن کر رُک گئے۔ اگرچہ یہ انتشار کا زمانہ تھا اور عوام سیاسی پیچیدگیوں کے سبب پریشان سے ہو رہے تھے، اس کے باوجود حضرتؒ کے گرد و پیش ہزاروں سعید رُوحیں مور و ملخ کی طرح جمع رہتی تھیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ بہت جلد ملتان پہنچنے کے آرزو مند تھے، اس لیے پتہ کرتے تھے کہ ملتان کا راستہ کھلا ہے یا نہیں؟

ایک دن خبر ملی کہ دریائے چناب کے کنارے دونوں بادشاہوں کا سخت مقابلہ ہوا ہے اور قباچہ شکست کھا کر سندھ کو بھاگا چلا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اب ملتان کی خیر نہیں، دوسرا معرکہ یقیناً اس شہر میں ہوگا۔ لیکن حضور نے اس خیال کی تردید فرمائی کہ التمش دین دار بادشاہ ہے اور وہ ناحق بندگانِ خدا کا خون نہیں گرائے گا۔

چنانچہ تیسرے دن حضرت کے ارشادِ گرامی کی تصدیق بھی ہوگئی۔ محاذ جنگ سے آنے والوں نے بتایا کہ سلطان دہلی کو واپس لوٹ گیا ہے اور انہوں نے کبسۂ شاہی کو اپنی آنکھوں سے واپس جاتے دیکھا ہے۔

یہ سنتے ہی حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی مسند پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ میں اب یہاں اور قیام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت جلد ملتان پہنچنا ہے۔ یہ کہہ کر سب سے رخصت ہوئے اور تن تنہا ملتان کو چل دیئے۔ صاحب انوار غوثیہ کے بیان کے بموجب حضرت ۶۱۴ ہجری

Marfat.com

میں بغداد سے روانہ ہوئے تھے اور گمان اغلب یہی ہے کہ حضرت ۶۱۵ ہجری کے آغاز میں ہی اس مینوسواد خطہ سے ملتان کا رُخ کیا ہوگا۔ یہ مقام آپ کے نام کی رعایت سے شیخ بہاؤالدین مشہور ہوگیا تھا۔ آج کل شیخ بدین کہلاتا ہے اور صوبہ سرحد کا صحت افزاء مقام ہے۔

قرآن السعدین:

شیخ شرف الدین قریشی لکھتے ہیں کہ جب مخدوم عبدالرشیدؒ کو کشف کے ذریعے آپ کی آمد کا علم ہوگیا تھا۔ جونہی آپ ملتان میں داخل ہوگئے، شیخ عبدالرشیدؒ فوراً دیول دروزے پر پہنچے اور شیخ الاسلامؒ سے بغل گیر ہو ملے۔ اس کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دولت خانہ کو روانہ ہوئے، آگے نوکر چاکر اور اعزاء واقارب انتظار میں تھے۔ سب سے مصافحہ ومعانقہ کرنے کے بعد خلوت میں تشریف لے گئے اور والدہ ماجدہ کو یاد کر کے بہت روئے۔

کاسۂ شیر:

صاحب خزینۃ الاصفیاء اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ جب حضرت ملتان میں تشریف لے آئے اور طالبانِ حق فوج درفوج حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو اکابر ملتان کو آپ کی عالم گیر شہرت پر حسد ہوا اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ خدمت اقدس میں ارسال کیا۔ اس سے اشارہ یہ تھا کہ ملتان اس پیالہ کی طرح مشائخ اور علماء سے بھرا پڑا ہے، آپ کی یہاں گنجائش کہاں؟

حضرت کے آگے اس وقت گلاب کے پھول رکھے تھے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے میں ڈال کر واپس بھجوا دیا۔ گویا جواب یہ تھا کہ ''اس پھول کی طرح ہم نہ صرف یہاں سما سکتے ہیں، بلکہ ہماری شہرت اور نیک نامی یہاں کے جملہ باخدا اور درویش پر غالب آئے گی''۔

Marfat.com

حضرتؒ کے معمولات:

حضرت شیخ الاسلامؒ اب متاہل ہو چکے تھے۔ مخدوم عبدالرشیدؒ کے اہل وعیال اوران کے نامور بھائی بھی آپ کے دامن سے وابستہ تھے۔ ایک بڑا خزانہ جو اسلاف سے ترکہ میں ملا تھا، تن آسانی اور عیش کوشی کی دعوت دینے کو موجود تھا، لیکن وہ پیکر نور جسے عنفوان شباب میں دنیا کے رنگ وروغن کی ملمع کاری دھوکہ نہیں دے سکتی، اب اس کے فریب میں کیسے آسکتا تھا۔ قلعہ قدیم پر محل تعمیر ہوا، لیکن فقراء اور مشائخ کے لیے۔ مگر اہل وعیال کے لیے حجرے اور سرائیں معرضِ وجود میں آئیں۔ حضرت کی اپنی حالت یہ تھی کہ لاکھوں اشرفیاں قدموں میں پڑی چمکا کرتی، لیکن حضور ان سے بے پرواہ ہوکر ''جبینِ نیاز'' خاک عبودیت پر رکھے اپنے عجز وانکسار کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے تھے۔ سنہری روپہلی سکوں کے اس بڑے خزانے کو اس ذاتِ مقدس کی نگاہوں میں کبھی خزف ریزوں کے ڈھیر سے زیادہ مقام حاصل نہ ہوا۔

گویا:

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

ایک مصنف کی شیخ الاسلامؒ کی ملتان میں آمد کے بارے میں درج ذیل رائے ہے:

''جب آپ بغداد سے اس ملک میں آئے تو باعث دوستی مخدوم شیخ یحیٰ گردیزی، سجادہ نشین حضرت شاہ گردیز اس شہر میں سکونت اختیار کی''

ہمیں مذکورہ اقتباس سے یکسر اختلاف ہے کیونکہ حضرت شیخ الاسلامؒ مرشد کے حکم سے ملتان تشریف لائے تھے اور مرشد طریقت کی طرف سے ہی اس شہر کے عوام کی روحانی تربیت پر مامور ہوئے تھے۔ کسی دوست کی کشش انہیں یہاں لے آنے کا موجب نہیں ہوئی

Marfat.com

تھی۔ حضور اس شہر کے باطنی حاکم تھے جس کا علم تمام اولیائے کاملین کو ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی جاتے ہوئے یہاں سے گزرے اور سلطان ناصر الدین قباچہ نے انہیں ملتان میں قیام کرنے کی درخواست کی تو آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

''ملتان برادرم بہاؤ الدین کی تحویل میں دیا جا چکا ہے، ہم یہاں کیسے رہ سکتے ہیں''

یہ کہہ کر دہلی کو روانہ ہو گئے۔

اس طرح مؤلف ''تذکرہ الملتان'' کو مخدوم شاہ یوسف گردیز کے معاملے میں بھی غلط فہمی ہوئی۔ انہوں نے بڑی بے تکلفی سے حضرت شیخ الاسلام محمد یوسف گردیزیؒ کو جو روحانی اعتبار سے شہنشاہ دنیا و دین تھے، انہیں فقر و ولایت کی تاجداری سے ہٹا کر اس شہر کا صوبے دار بنا ڈالا، یعنی وہ قطب دوراں غوث زماں حضرت مخدوم علی قسور گردیزیؒ کی طرف سے اہل ملتان کی اصلاح احوال پر مامور ہو کر نہیں آئے تھے، بلکہ ابراہیم شاہ غزنوی کی طرف سے اہل ملتان کی اصلاح احوال پر مامور ہو کر نہیں آئے تھے، بلکہ ابراہیم شاہ غزنوی کی طرف سے ملتان کے صوبہ دار بن کر آئے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم یوسف گردیزی کے جدِّ بزرگوار نے حسب استخارہ منجانب اللہ انہیں اس ملک میں آنے اور اسے آباد کرنے کی رخصت عطا کی'' اور فرمایا:

''تمہیں ملتان کی اصلاح پر مامور کیا گیا ہے، وہاں جا کر سکونت اختیار کرو، تم اور تمہاری اولاد وہاں ہمیشہ عزت و آبرو سے رہے گی''

یہاں تک تو صحیح ہے، لیکن آگے جو کچھ لکھا ہے اس کا حقائق سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

ارشاد ہوتا ہے:

''نیز بادشاہِ وقت نے جوان کے معتقدوں میں سے تھا، اس خبر کے سنتے ہی فرمان معافی ملک ملتان بطرِ نیاز قدیمی ان کے نام لکھ دیا اور حضرت مخدوم نے بھی اپنی طرف سے کچھ وجہ پیش کش سالانہ دنیا منظور کی۔ الغرض جدِّ امجد کے انتقال پر باجازت والدنامدار بہت سے اسباب و سامان ظاہری کے ساتھ اس ملک میں رونق بخشی۔ اس شہر کو جو راجگان کے وقت سے ویران پڑا ہوا تھا، آباد کیا۔ ان کے عدل وانصاف کا شہرہ سن کر دُور دُور سے لوگ آ کر اس شہر میں آباد ہوئے۔ حضرت مخدوم موصوف تو عباداتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور انتظام ملک کار پردازوں کے سپرد تھا۔''

اندازہ فرمائیے! اس کا ملخص یہ ہے کہ:

۱۔ بادشاہ نے اس ملک کا پروانہ آپ کو مرحمت کیا۔

۲۔ آپ بادشاہ کو سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔

۳۔ دادا کی وفات پر والد بزرگوار کی اجازت سے بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ گھر کا جملہ مال واسباب لاد کر ملتان تشریف لائے۔

۴۔ یہ شہر راجوں کے وقت سے ویران پڑا تھا۔

۵۔ خود عبادت میں مصروف رہتے تھے اور ملک کا انتظام کارندے چلاتے تھے۔

نمبر ۲، امیں حضرت کو بادشاہ کا ماتحت صوبے دار ثابت کیا گیا ہے۔

نمبر ۳، امر واقعہ کے خلاف ہے۔ آپ کے والد سید ابو بکر مخدوم سید علی قصوریؒ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ حضور اپنے ہمراہ کوئی چیز نہیں لائے تھے۔

شیر پر سوار تھے اور سانپ ہاتھ میں تھا۔ یہی کچھ آپ کی کائنات تھی۔ اللہ والے ظاہری اسباب کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے زمین اپنے خزانے اُگل دیتی ہے۔

Marfat.com

نمبر۴، یہ قطعاً غلط ہے کہ ملتان شہر راجوں کے وقت سے ویران چلا آتا تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ اسلامی دور میں اسے جو فروغ نصیب ہوا، راجوں کے زمانے میں یہ بات کہاں تھی۔

نمبر۵، یہ ارشاد ہوا کہ خود تو مصلّٰی نشین تھے، مگر امورِ مملکت کارندے چلاتے تھے۔ یہ اصول جہانبانی کے خلاف ہے۔ آج تک کوئی فرمانروحکومت کے کاروبار کارندوں کے سپرد کر کے مصلّٰی نشین نہیں ہوا۔ البتہ تخت وتاج اکثر بادشاہوں نے درویشی قبول کرنے پر از خود دوسروں کے حوالے کیا ہے۔ جیسے سلطان حمید الدین حاکم اور حضرت ابراہیم ادھم کے بارے میں مشہور ہے۔ اب شیخ الاسلامؒ کو حضرت مخدوم سید یحیٰی کا دوست قرار دے کر اپنی گدی کا طفیلی بنانا مقصود ہے، جس کی تائید کسی تذکرے سے نہیں ہوتی۔

تبلیغی سرگرمیاں:

حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی خانقاہ عالیہ کے پہلو میں ایک علمی، دینی اور صوفیانہ درس گاہ کی بنیاد رکھی جس کے دو شعبے تھے۔ ایک علماء پیدا کرنا تھا اور دوسرا مبلغین۔ مبلغین کے لیے ضروری تھا کہ جس ملک میں انہیں بھیجا جائے انہیں وہاں کی زبان اور ثقافت سے پوری واقفیت ہو، تاکہ وہ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کریں۔ اس لیے آپ نے ہر ملک سے ایک ایک فاضل عالم طلب کر کے اپنی درس گاہ میں ملازم رکھا۔ اسے معقول تنخواہ اور رہائش کا تسلی بخش انتظام فرمایا۔

جب علماء فارغ التحصیل ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ایک ایک کو الگ الگ بلا کر پوچھتے کہ کیا تم فی سبیل اللہ تبلیغ کرنے کو تیار ہو؟ اس طرح کافی نوجوان از خود اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے پیش کرتے تھے۔ جو جس ملک میں جانا چاہتا، وہ اسی

Marfat.com

کمرے میں اسی علاقے کی زبان اور ثقافت کی تعلیم حاصل کرتا۔ دو سال کے بعد شیخ الاسلامؒ اس مبلغ کے استادِ محترم کو پانچ ہزار اشرفی عنایت کرتے کہ شہر سے اس ملک کے لیے مفید اور ضروری سامان خرید کر کے ایک کشتی میں ترتیب دو اور پھر یہ جہاز اپنی دعاؤں کے سایہ میں منزل مقصود کو روانہ فرماتے۔ چلتے وقت مبلغ کو ہدایت فرماتے:

سامان کم منافع پر فروخت کرنا۔

لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا۔

ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔

خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو، ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔

اس طرح یہ علمائے ربانیّین سوداگروں کے لباس میں کشتیوں پر سامانِ تجارت لاد کر روانہ ہوتے اور جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین تک پہنچ کر دو کانیں کھولتے اور دیانت داری سے لین دین کرتے اور ساتھ ہی لوگوں کو اسلام پیش کرتے۔ جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور لوگ ان کے حُسنِ اخلاق، ان کی خدا ترسی، دین داری، دیانت داری اور معاملات میں صفائی ستھرائی دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے اور بالآخر اسلام قبول کر لیتے۔ آج مشرق بعید کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جو کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں یہ انہی تاجر مبلغین کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں۔

یہ تو خارجی جہد مسلسل کی کیفیت تھی۔ اس کے علاوہ ایک داخلی تبلیغ کا شعبہ تھا، جس کی نگرانی شیخ الاسلامؒ خود فرماتے تھے۔ واعظین اور مبلغین کرام کی متعدد جماعتیں کشمیر سے راس کماری اور گوادر سے بنگال تک مصروفِ عمل تھیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی آمد سے پہلے حضرت سلطان غنی سرور رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعتیں موجود تھیں، مگر صحیح قیادت میسر نہ

Marfat.com

ہونے کے سبب ان میں سُستی اور بے راہروی سی پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت نے ان کی بھی سرپرستی فرمائی۔ دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام گاہیں مقرر ہوئیں، جہاں سرسبز اور گھنے درختوں کے سایہ تلے کئی کئی دنوں تک وعظ ونصیحت کی مجالس گرم رہتیں۔ سال کے خاتمے پر مبلغین کے یہ گروہ جو آج کل ''سنگ'' اور ''جماعت'' سے موسوم ہیں، پانچ پانچ سو کی تعداد میں قال اللہ وقال الرسول سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے ملتان حاضر ہوتے اور اپنی کارگزاری تفصیل سے بیان کرتے۔ ان گروہوں کا قائد خلیفہ کہلاتا تھا۔ ان اہل اللہ کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر عیسائی مشنریوں نے بھی اپنے پادری دیہاتوں میں روانہ کئے۔ یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جنوبی ایشیا کے طول وعرض میں طوفانی دورے کرتے رہے اور مسلمان درویشوں کی طرح صوفیانہ انداز میں تبلیغ کرنے کی کوشش کی۔

برصغیر کے ہر ضلعی صدر مقام پر مشن کی طرف سے عالیشان گرجے اور اُن کے پہلوؤں میں تبلیغی مراکز قائم کئے، عوام میں لاکھوں روپے کی ادویات مفت تقسیم کیں، غرباء کو پارچات اور خوردنی اجناس سے نوازا۔ تالیف قلوبی کے لیے بہت کچھ کیا، مگر انہیں وہ ہر دلعزیزی حاصل نہ ہوسکی جو حضرت شیخ الاسلامؒ اور ان کے خلفاء کے مبلغین کو حاصل ہوئی تھی۔

حضرت کے خدّام کو نہ روپے پیسے کی ضرورت تھی اور نہ مکانوں اور سواریوں کی۔ وہ آبادی، جنگل اور کوہ وصحرا میں ہر جگہ کندھے پر چادر رکھے پہنچ جاتے تھے اور اپنی سادہ معاشرت اور زاہدانہ عادت کے سبب سفر وحضر میں بلاتکلف گزارہ کرسکتے تھے۔ اپنی غیر پولیٹیکل اور خالص مذہبی زندگی کے سبب کوئی بھی حکومت انہیں قوم وملک کے لیے چنداں خطرناک تصور نہیں کرتی تھی۔ اس لیے ان صوفیاء کو تمام اقوام میں اشاعتِ اسلام کے کافی اور عمدہ مواقع ملتے رہے اور یہی طریقہ اس قدر مؤثر ثابت ہوا کہ جہاں جہاں ان

Marfat.com

درویشوں کے قدم پہنچے، وہاں دین اسلام کے چراغ جگمگا اُٹھے۔ اس دور کے ہندو استدراک پر یقین رکھتے تھے اور ان کے جوگی، پنڈت اور برہمن روحانی شکتی کے لیے جنگلوں اور غاروں میں سخت مجاہدے کرتے تھے۔ بایں ہمہ وہ ان روحانی قوتوں کے مالک نہ بن سکے جو صوفیاء کو اسلام کے فیضان سے حاصل تھیں، اس لیے وہ معمولی جرح قدح کے بعد اسلام کی بے پناہ روحانی قوت کے آگے جھک جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت کے خدام نے تبلیغ کی جدوجہد زیادہ مؤثر بنانے کے لیے ہر قریہ اور آبادی میں علم الٰہیات کے مدارس قائم کیے، جنہیں خانقاہوں سے موسوم کیا جاتا تھا۔ انہیں ملتان کے مرکزی تبلیغی یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق انسانی کمال اور روحانی جلال کے حصول وعروج کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسے روحانی سنٹر پنجاب اور سندھ کے چپہ چپہ پر قائم تھے اور جب یہ اللہ والے رشد وہدایت کا علم لہرا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری کے لیے روانہ ہوتے تو ان کے آنے سے پہلے ہی لوگوں کو اطلاع ہو جاتی تھی اور وہ تمام کام نپٹا کر ان خداشناسوں کے انتظار میں دیدہ ودل فرشِ راہ کر دیتے تھے۔

سہروردی فقراء ہر منزل پر ایک دو یوم ضرورت کے مطابق قیام کر کے تبلیغی مجالس ترتیب دیتے۔

صاحب حال صوفی اور نامور مشائخ اثر میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرتے، جس سے سامعین کے قلوب لرز جاتے۔ فولاد طبائع نرم ہو کر موم بن جاتی تھی۔ خشونت آمیز نگاہوں سے خشیت الٰہی کی دھاریں پھوٹ پڑتیں، بڑے بڑے سنگ دل انسان خدا کے قہر وغضب اور اس کی بے پناہ گرفت سے کانپ اُٹھتے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے۔ ایک ہی نشست میں ہزاروں فاسق وبدکار تائب ہو کر قطب وابدال بن جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تبلیغی جماعتیں جو اس مقصد کے لیے روانہ کی جاتی تھیں وہ اپنے نان نفقہ کا بوجھ کسی

Marfat.com

پر نہیں ڈالتی تھیں بلکہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرف سے ان کو لاکھوں روپے کا سامان تجارت خرید کر دیا جاتا تھا۔ ہر پڑاؤ پر دو کانیں کھل جاتیں، نانبائی کھانا تیار کرتے، بزاز کپڑوں کی دوکانیں سجاتے اور بنجارے قسم قسم کا سامان لے بیٹھتے۔ محافظ دستہ جنگی مظاہرے کر کے نوجوانوں کو جہاد کے لیے اُبھارتا، زور آزمائی ہوتی، گھوڑ دوڑ، نیزہ بازی اور شمشیر افگنی کے کمالات سے مُردہ دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح دوڑنے لگتی۔ حضرات علماء ایک جانب لاکھوں کے ہجوم میں قرآن وحدیث کے وعظ کرتے نظر آتے۔ دوسری طرف گچھے دار جھاڑیوں میں عارفانِ حق آگاہ کا حلقہ نظر آتا تھا، جس میں زنگ آلود قلوب نہ صرف صیقل ہوتے، بلکہ تزکیۂ نفس، استغراق مراقبہ اور عبادات شرعیہ کے لیے انہیں تیار کیا جاتا تھا۔

سید صباح الدین عبدالرحمان ایم اے لکھتے ہیں:-

''ملتان کی مدتِ قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات کے انوار سے منور ہو گیا تھا اور ان کا عہد خیر الاعصار کہا جاتا ہے۔''

شیخ محمد نور بخش سلسلہ الذہب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات ومشاہدات کے مقامات واحوال میں کامل تھے۔ ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منتسب ہوئے۔ لوگوں کو رُشد وہدایت کی تلقین فرماتے اور انہیں کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لے آئے اور ان کی شان بڑی تھی۔''

صاحب صفینۃ الاولیاء کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت بہاؤالدین زکریا شیخ الشیوخ سے رخصت ہو کر ملتان آئے اور یہیں

Marfat.com

توطن اختیار کیا۔ رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے تو بہت سے لوگوں نے ان کی ہدایت کی برکت پائی۔ اس دیار کے تمام لوگ ان کے ہی مرید اور معتقد ہیں۔“

کسبِ حلال:

حضرت شیخ الاسلامؒ جب اپنے مرشد سے رخصت ہونے لگے تھے تو انہوں نے آپ کے لیے دین و دنیا کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہونے کی دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ دولت کے انبار قدموں میں پڑے چمکا کریں گے۔ بہت جلد دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کو ربِ جلیل نے دین اور دنیا دونوں کی سربلندی عطا کی تھی۔ آپ کو آبائے کرام کی طرف سے بہت بڑا خزانہ ترکہ میں ملا تھا، جو آپ نے درویشوں کے لیے حجرے اور مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرنے اور زکریا یونیورسٹی کے ابتدائی انتظامات پر خرچ کر دیا تھا۔ بایں ہمہ فتوحاتِ غیبی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ لاکھوں آتے اور لاکھوں خرچ ہوتے ہیں۔

اس زمانے میں دریائے راوی قلعہ سے ٹکرا کر گزرتا تھا۔ اس کے ذریعے حضور کا سامانِ تجارت سکھر، بھکر، ٹھٹھہ، منصورہ اور پھر وہاں سے عراق، عرب اور مصر تک جاتا تھا۔ خشکی کے راستے کابل، ایران، دہلی اور لاہور سے تجارت ہوتی تھی۔ حضرت اپنی اراضیات کی پیداوار ملک کی خام اجناس اور مصنوعات معتمد خدام کی معرفت دساور کو بھجواتے تھے۔ مبلغین کی طرح ان کو بھی ہدایات ہوتی تھیں کہ کم نفع پر بیچو اور دیانت داری سے معاملہ کرو۔ حضرت کے کارندے جن میں اکثر اہل اللہ اور خدایاد بزرگ تھے، نہایت دیانت داری سے معاملہ طے کرتے تھے جس سے آپ کو بیش از بیش نفع ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ کوٹ کروڑ میں حضرت کی جو ذاتی جائیداد تھی، اس سے بھی بڑی آمدن ہوتی تھی۔ تحصیل لودھراں میں واہی غوث الملک اور قلعہ پیر کے نام سے سرسبز اور زرخیز اراضیات سونا اُگل رہی تھیں۔ حضرت کے زمانہ میں دریائے گھاگرا انہیں سیراب

Marfat.com

کرتا تھا اوران کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا۔اس وقت ان اراضیات کا پانی بھی میٹھا تھا، بعد میں دریا کے رُخ بدلنے سے ان علاقوں کا پانی کڑوا ہو گیا۔ یہ نہایت سیر حاصل رقبے تھے، لاکھوں روپے ان سے سالانہ یافت ہوتی تھی۔

نظامِ اوقات:

حضرت اپنے زمانے کے بہت بڑے عابد تھے۔کلام پاک کی تلاوت سے آپ کو بڑا شغف تھا۔آپ نے ۹۶ سال کی عمر پائی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ ہر رات کو قرآن شریف کا ایک ختم کرتے تھے۔ایک بار اپنے خلفاء کی کسی مجلس میں تشریف فرما تھے،ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کردے۔حاضرین میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی، آخر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور پہلی رکعت میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری میں چوتھائی حصہ پڑھ کر سلام پھیر دیا۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ کی صحت آخر عمر تک قابل رشک رہی۔چھیانوے برس کی عمر میں بھی بالا خانے سے اُتر کر جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔روزانہ فجر، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد دیوان خانہ میں مسندِ ارشاد پر جلوہ فرما ہوتے،اس وقت تمام علماء اور مشائخ بالالتزام حاضر ہوتے اور سلوک و معرفت کے وقائق حل کرتے۔ملازمین تجارت ، زراعت اور لنگر خانہ کے حسابات پیش کرتے۔آپ ان کی پڑتال کراتے اور مناسب ہدایات فرماتے۔اس دوران شہر اور مضافات کے غرباء اور مساکین پیش ہوتے ، انہیں درہم و دینار، اجناس اور خلعتوں سے نوازا جاتا۔ دوپہر کو دولت خانے میں تشریف لے جا کر غذا تناول فرماتے اور جب روزے رکھتے تو لگاتار رکھتے۔

خانگی امور بھی دوپہر کے وقت پیش ہوتے تھے، اس کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ

Marfat.com

فرماتے۔ظہر کو اذان ہوتی تو حضرت مسجد میں تشریف لا کر باجماعت نماز ادا فرماتے۔اس کے بعد حجرے میں چلے جاتے اور کافی دیر تک اوراد و اذکار میں مصروف رہتے۔ازاں بعد پھر مجلس منعقد ہوتی۔ اس میں تبلیغی جماعتوں کے وفود سے ملاقات کرتے اور ان کی کارگزاریوں کو سنتے اور ان کی مشکلات کو حل فرماتے۔طالبان علم بھی بعض اہم معاملات لے کر پیش ہوتے۔حضرت انہیں درس دیتے اور زیر بحث مسائل پر تقریر فرماتے تھے۔اس وقت کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوتی، ہر شخص سر جھکائے ادب سے سنتا رہتا اور یوں محسوس کرتا گویا آسمان سے کوئی صحیفہ اُتر رہا ہے۔

عصر کی اذان سن کر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور عام مسلمانوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر نماز ادا فرماتے۔اس کے فوراً بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔قرآن و حدیث کا وعظ ہوتا۔سامعین کی تعداد ہزار دو ہزار نہیں بلکہ بعض اوقات چالیس پچاس ہزار تک پہنچ جاتی۔وہ چبوترہ جس پر حضرت نے بیس سال تک بلاناغہ وعظ فرمایا ہے، اب تک روضۂ مبارک کے مشرق میں موجود ہے۔یہ وہ مقام ہے جہاں مشائخ کرام نے حضرت کا وعظ سن کر وجد کیا ہے، عام مسلمانوں نے ہدایت پائی ہے اور ہزارہا غیر مسلم دین اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔جن خوش نصیب افراد کو زندگی میں کسی باعمل عالم سے وعظ سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ قدس سرہٗ کے وعظ کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔

علمائے ربانیین کی آواز محض حلق سے نہیں نکلتی تھی، بلکہ دل کی عمیق گہرائیوں سے اُٹھتی تھی۔ یہی قدسی نفوس علماء مسجدوں کے محرابوں میں کھڑے ہو کر دعوتِ عمل دیتے تو حاضرین میں بجلی کی سی تڑپ پیدا ہو جاتی اور آنکھوں کے ڈھیلے فرطِ جوش سے خونیں نظر آنے لگتے۔بارہا ایسا ہوتا کہ یہی حرب نا آشنا مٹھی بھر مسلمان خطبہ سن کر مسجد سے نکلتے اور سیاسیات عالم کا مہرہ پلٹ کے رکھ دیتے۔انہی تاثرات کے پیش نظر شیخ سعدیؒ نے فرمایا تھا:

Marfat.com

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ
گفتم میانِ عابد و عالم چہ فرق بود
بشکست عہد صحبت اہل طریق لا
تا اختیار کردی ازاں دینِ طریق لا
گفت آں گلیم خویش مے بروز موج
دیں جہد مے کند کہ بگیرد غریق لا

لیکن یہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا ہی مقام تھا کہ آپ اپنے عہد کے بہت بڑے عابد بھی تھے اور بے پناہ عالم بھی۔ حجرے میں بیٹھ کر ارادت مندوں کو تزکیۂ نفس کی تعلیم بھی دیتے تھے اور مسجدوں کی محراب کی زینت بن کر لوگوں کے دلوں کو گرماتے بھی تھے۔ بسا اوقات ایک ہی نشست میں ہزار ہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے اور یہ تو روز کا مشاہدہ تھا کہ کوئی نہ کوئی دنیا دار فاسق، وعظ سن کر چیخ اُٹھا اور اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا کر حضرت کے خدام میں شامل ہو جاتا۔

غروب آفتاب سے پہلے مضافات میں ہوا خوری کے لیے تشریف لے جاتے۔ کبھی سواری پر، کبھی پیادہ اور کبھی ہوادار میں۔ خاص خاص خدام اور ارادت مند ہمراہ ہوتے۔ مغرب کو واپسی ہوتی اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد تخلیہ میں چلے جاتے اور دیر تک اوراد و اذکار میں مصروف رہتے۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے پھر مسجد میں تشریف لے آتے اور نماز پڑھ کر ڈیڑھ پہر رات تک عبادت میں مصروف رہتے۔ اوراد و اذکار سے فارغ ہو کر دولت خانہ میں تشریف لے جاتے اور غذا تناول فرما کر کچھ دیر استراحت کرتے۔

ایک تہائی رات لے کر پھر بیدار ہوتے، اس وقت تہجد ادا فرماتے۔ علاوہ ازیں

Marfat.com

خلوتی اورادواذکار بھی ختم کیئے جاتے۔اس کے بعد صبح کی نماز تک حجرہ شریف سے قرآن مجید تلاوت کرنے کی آواز آتی اور کسی کسی وقت ایک آہ جگر دوز! جس کا اظہار ذیل کی رباعی سے ہوتا ہے۔

جو اکثر اوقات حضور کی زبان مبارک سے سننے میں آتی تھی۔

در یادِ تو اے دوست چناں مدہوشم
صد تیغ اگر بزنی سہ نخر و شم
آہے کہ بزغم بیادِ تو وقت سحر
گر ہر دو جہاں دبندو اللہ! نفر و شم

Marfat.com

خانوادہ سُہروردیہ

سہرورد عراق عجم میں زنجان کا ایک مقام ہے، جہاں اس خانوادے کے بانی حضرت خواجہ ابونجیب سہروردیؒ رہائش رکھتے تھے۔ ان کا سلسلہ نو واسطوں سے حضرت حبیب عجمی تک پہنچتا ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی اور علاؤالدین طوسی دو بھائی تھے اور دونوں شیخ طریقت کی تلاش میں تھے۔ اسی تجسس میں جب یہ دونوں بھائی شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بڑے مرتاض بزرگ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ پیر کامل کی تلاش میں تو میں بھی بوڑھا ہو گیا ہوں۔ سنا ہے کہ شیخ وجیہہ الدین ابوحفص عمر بن محمد عمویہ طوسی شیخ کامل ہیں، چلو ان سے بیعت کریں گے۔ چنانچہ یہ تینوں بزرگ حضرت شیخ طوسیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے ابونجیب اور علاؤالدین کو مرید کر لیا اور نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ حضرت ابونجیب کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اس کا حصہ تمہارے پاس ہے، تم اس کو مرید کرو اور خلافت دو۔ تمہارا نام اس سے روشن ہوگا۔ غرض ابونجیب نے ان کو مرید کیا اور ساتویں روز خرقہ خلافت عنایت کر دیا۔ اس خانوادے کو شیخ ضیاء الدین ابونجیب اور ان کے بھتیجے اور مرید خاص حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے فروغ حاصل ہوا۔ انہیں کے خلفاء جن میں حضرت مخدوم نوح بکھریؒ، حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ، حضرت شیخ نورالدین مبارک غزنویؒ اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کو شہرت دوام اور مقبولیت عام عطا کی۔ فارسی زبان کے مایہ ناز شاعر حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کو بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ہی شرفِ بیعت حاصل کی۔

Marfat.com

حضرت مخدوم آخر بہاؤالدینؒ (احمد پور شرقیہ):

آپ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ۱۱۹۸ ہجری میں بمقام ملتان شیخ محمد غوث کے گھر میں آپ کی ولادت ہوئی۔ یہ ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ دشمنوں نے زہر دے کر ان کو ہلاک کر دیا تھا، ان کا مزار احاطہ مقبرہ حضرت رکن عالمؒ میں ہے۔

حضرت شیخ محمد غوث کی وفات کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ مخدوم آخر بہاؤالدین کو ملتان سے احمد پور شرقیہ لے آئیں۔ امیر بہاولپور نے نہایت عزت و تکریم کے ساتھ آپ کی پذیرائی کی۔

آپ عالم باعمل اور امور شرع پر سختی سے کاربند تھے۔ سہروردیہ سلسلے میں لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ عالم نگاہوں سے بچنے کے لیے برقعہ پہنے رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ آٹھ سال تک متواتر روزے رکھے۔ چلّہ کشی کی اور سخت ریاضت کی جس کے بعد روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوئے۔

آپ کا انتقال ۱۲۶۷ ہجری میں ہوا۔ نواب فتح خان صاحب نے آپ کا پختہ مقبرہ تعمیر کرایا، جو اب بھی عقیدت مندوں کا مرجع و مرکز ہے۔ مخدوم محمد کبیر اس وقت آپ کے سجادہ نشین ہیں جو ہر سال پابندی سے آپ کا عرس کراتے تھے۔ آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے جانشین پیر طریقت، راہبر شریعت، راہبر المخدوم، ولی ابن ولی پروفیسر پیر سید محمد غوث شاہ صاحب مدظلہ سلسلہ سہروردیہ کی ترویج کے لیے دن رات کوشاں ہیں اور ہر سال دربارِ عالیہ پر خوبصورت روحانی تقریبات کا انعقاد فرماتے ہیں۔ آپ کے مریدین میں اس وقت کثیر تعداد میں علماء کرام موجود ہیں، جو کہ دین کے کام میں شب و روز مصروف ہیں اور آپ کے خلفاء میں بھی قابل ترین صوفیاء ہیں، جو کہ آپ کے نگاہِ فیض کے ذریعے سے پوری دنیا میں سلسلہ سہروردیہ کی خوشبو کو پھیلا رہے ہیں۔

Marfat.com

تعارف:

پیر مخدوم محمد غوث شاہ صاحب مدظلہٗ عالیہ

نام: مخدوم محمد غوث شاہ المعروف شفقت بروئے ریکارڈ پیدائش 3 جون
1945ء بروز پیر
بمطابق 7 صفر سنہ بستی کیچ میں تولد ہوئے۔
ابتدائی تعلیم بستی بھنڈی موضع بیٹ کیچ میں حاصل کی۔ پرائمری گورنمنٹ صادق عباس احمد پور شرقیہ میں کی، میٹرک کا امتحان 1962ء میں گورنمنٹ ایس اے (صادق عباس) ہائی سکول احمد پور شرقیہ سے پاس کیا۔ ایف۔اے، بی۔اے کے امتحانات گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر سے پاس کیے۔ ایم۔اے اور ینٹیل یونیورسٹی لاہور سے 1969ء میں پاس کیا۔ ایل۔ایل۔بی جامعہ کراچی سے اول درجہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

6-6-1970 سے بطور جونیئر کلرک گورنمنٹ ملازمت کا آغاز ہوا۔ ستمبر 1972ء میں بطور پراسیکیوٹنگ سب انسپکٹر پولیس بھرتی ہوئے۔ 1975ء میں حج بیت اللہ ادا کیا، اس کے بعد پولیس سروس چھوڑ دی اور محکمہ تعلیم میں بطور لیکچرار ملازمت کا آغاز کیا۔ 2005ء میں اس محکمہ سے بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائرمنٹ ہوئی۔
قرآن مجید اور حدیث شریف کا علم حضرت مولانا ظریف فیضیؒ اور ان کے بیٹے حضرت مولانا

Marfat.com

منظور احمد فیضیؒ احمد پوری سے حاصل کیا۔ اپنے والد محترم مخدوم محمد شیخ کبیر الدین سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کی۔ مرشد کریم نے سلسلہ سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ وغیرہ میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔

Marfat.com

خانوادۂ سُہروردیہ

سہرورد عراق عجم میں زنجام کا ایک مقام ہے۔اس خانوادے کے بانی حضرت خواجہ ابونجیب رہائش رکھتے تھے۔ان کا سلسلہ نو واسطوں سے حبیب عجمی تک پہنچتا ہے۔

(اصل مسودہ کا کچھ حصہ پھٹا ہوا ہے،اس کی تصحیح کرلیں)

انہوں نے ابونجیب اور علاؤالدین کو مرید کرلیا اور نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ حضرت ابونجیب کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اس کا حصہ تمہارے پاس ہے۔تم اس کو مرید کرو اور خلافت دو۔تمہارا نام اس سے روشن ہوگا۔غرض ابونجیب نے ان کو مرید کیا اور ساتویں روز خرقہ خلافت عنایت کردیا۔اس خانوادے کو شیخ ضیاء الدین ابونجیب اور ان کے بھتیجے اور مرید خاص حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے فروغ حاصل ہوا۔انہیں کے خلاء نے جن میں حضرت مخدوم نوح بکھریؒ،حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ،

(اصل مسودہ کا کچھ حصہ پھٹا ہوا ہے،اس کی تصحیح کرلیں)

مخدوم آخر بہاؤالدینؒ (احمد پور شرقیہ):

(اصل مسودہ کا کچھ حصہ پھٹا ہوا ہے،اس کی تصحیح کرلیں)

حضرت شیخ محمد غوث کی وفات بعد آپ کی اہلیہ محترمہ مخدوم آخر بہاؤالدین کو ملتان سے احمد پور شرقیہ لے آئیں۔امیر بہاولپور نے نہایت عزت وتکریم کے ساتھ آپ کی پذیرائی کی۔

آپ عالم باعمل اور امور شرع پر سختی سے کاربند تھے۔سہروردیہ سلسلے میں لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔عالم نگاہوں سے بچنے کے لئے برقعہ پہنے رہا کرتے تھے۔کہتے ہیں آپ نے آٹھ سال تک متواتر روزے رکھے،چلّہ کشی کی اور سخت ریاضت کی جس کے بعد روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوئے۔

Marfat.com

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہو گئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

احسان پبلشرز

Marfat.com